جنوری ۲۰۰۹ء
Rs. 15/-

ماہ نامہ

ارمغان

ولی اللہ

ARMUGHAN, PHULAT,
MUZAFFAR NAGAR-251201, (U.P.)

پھلت، ضلع مظفرنگر

www.armughan.in

ماہنامہ

ولی اللہ

ارمغان

جلد ۱۷ شمارہ ۱ جنوری ۲۰۰۹ء مطابق محرم ۱۴۳۰ھ

سرپرست:

حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی

مدیر

وصی سلیمان ندوی

مجلس مشاورت

☆ مولانا محمد طاہر ندوی

☆ مولانا محمد اقبال قاسمی

☆ مفتی محمد ہارون مظاہری

پتہ

دفتر ارمغان

پھلت ضلع مظفر نگر

Phulat, Distt. Muzaffar Nagar

251201 (U.P.) INDIA

Mob : +91-9359774316

+91-9412411876

e-mail: editor@armughan.in

armuganphulat@yahoo.com

Website: www.armughan.in

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

ہر قسم کی چارہ جوئی کیلئے مظفر نگر کی عدالت سے رجوع کیا جائے

سرکولیشن انچارج : محمّد حنیف قاسمی

سرکولیشن منیجر : عبدالقدیر انصاری

پبلسٹی منیجر : نصیر احمد خوشحل پوری

چیف رپورٹر : محمد ادریس قریشی

مشیر قانونی : امجد علی ایڈوکیٹ

مشیر اعزازی : ایوب بھائی بارڈولی والے

زرتعاون

❖ فی شمارہ 15 روپے ❖ سالانہ 100 روپے ❖ اعزازی تعاون 500 روپے

❖ بیرونی ممالک سے 15 امریکی ڈالر ❖ لائف ممبر شپ 3000 روپے (دس سال)

پرنٹر پبلشر محمد ادریس قریشی نے ڈیلکس پریس راج مارکیٹ مظفر نگر سے چھپوا کر جمعیت شاہ ولی اللہ کیلئے پھلت ضلع مظفر نگر سے شائع کیا

(مدیر: وصی سلیمان ندوی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

☆	اداریہ (چودھری منور حسن)	وصی سلیمان ندوی	۳
☆	ملت کے موجودہ مسائل، وجوہات اور ان کا حل	مولانا محمد کلیم صدیقی	۵
☆	ہورہی ہے عمر مثل برف کم	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۰
☆	حضرت شاہ ولی اللہ کا ایک مکتوب گرامی	مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی	۱۳
☆	مجالس حسنیؒ	ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی	۱۶
☆	نسیم ہدایت کے جھونکے (انٹرویو)	احمد اواہ ندوی	۲۳
☆	ایک شاہکار علمی کتاب کا تعارف	مولانا عتیق احمد قاسمی بستوی	۲۷
☆	کائنات میں اللہ کی سنتیں -------	مولانا محمد اسامہ صدیقی نانوتوی	۳۲
☆	دعوتی کارگذاری	مجیب الرحمٰن (سہارن پور)	۳۶
☆	فقہی مسائل	مفتی محمد ارشاد ندوی	۳۷
☆	خبروں کی دنیا	محمد ادریس قریشی ولی اللہی	۳۸
☆	گرامی نامے	ادارہ	۳۹
☆	آخری صفحہ	مولانا عبدالماجد دیا باریؒ	۴۰

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت فروری سے ختم ہورہی ہے، رسالہ کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے دفتر کو اطلاع دیں یا فوراً رقم ارسال فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چودھری منور حسن

ادار یہ

خاموش ہو گیا ہے چمن بولتا ہوا

ضلع مظفر نگر کے قصبہ کیرانہ باشندے اور مظفر نگر پارلیمانی حلقہ کے رکن پارلیمنٹ چودھری منور حسن کا ۱۱ / ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۰ / دسمبر ۲۰۰۸ منگل کی شب میں ایک سڑک حادثہ میں انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ منور صاحب آگرہ سے دہلی لوٹ رہے تھے، فرید آباد میں کار ایک ٹرک سے ٹکرا گئی، انھیں دہلی کے اپولو اسپتال میں داخل کیا گیا، جہاں انہوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، اس حادثہ کی خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، حادثہ اتنا اچانک تھا کہ لوگ ماننے کے لئے تیار نہیں تھے، اور انہیں اپنی سماعت پر یقین نہیں آرہا تھا، لیکن بہت جلد مختلف ذرائع اس کی تصدیق ہو گئی۔ انتقال کے وقت چودھری منور حسن کی عمر ۴۴ سال تھی، ان کے انتقال سے پورے ملک، خصوصاً مغربی اتر پردیش میں غم کا ماحول پیدا ہو گیا اور لوگ جوق در جوق جنازہ میں شرکت کے لئے دوڑ پڑے، ایک عمومی اندازہ کے مطابق تقریباً پونے تین لاکھ لوگوں نے جنازہ میں شرکت کی، نماز جنازہ ملک کے معروف بزرگ اور علاقہ کی برگزیدہ شخصیت حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی دامت برکاتہم نے پڑھائی۔ تدفین قصبہ کیرانہ کے قبرستان میں عمل میں آئی، مرحوم کے پسماندگان میں ان کی اہلیہ، ایک لڑکا، ایک لڑکی اور چار بھائی ہیں۔

چودھری منور حسن کی ولادت ۱۵ مئی ۱۹۶۴ کو قصبہ کیرانہ ضلع مظفر نگر کے ایک مقبول عام گھرانہ میں ہوئی، ان کے والد حاجی اختر حسن ایک بڑے کسان ہونے کے ساتھ ایک ماہر سیاستداں ہیں، چودھری اختر حسن خود ممبر پارلیمنٹ رہ چکے ہیں، انہوں نے موجودہ C.M مایاوتی کو ۱۹۸۴ء میں کیرانہ پارلیمانی سیٹ سے الیکشن میں شکست دی تھی، منور حسن کو سیاست وراثت میں ملی تھی، ان کی والد کی تربیت کا اثر تھا کہ منور حسن نے بہت کم عرصہ میں ماہر سیاست دانوں میں اپنا ایک مقام اور شناخت بنالی تھی، سب سے پہلے ۱۹۸۴ء میں سیاسی میدان میں قدم رکھا اور کانگریس میں شمولیت حاصل کی۔ ۱۹۸۸ء میں کیرانہ سے نگر پالیکا الیکشن لڑا۔ ۱۹۹۱ء میں کیرانہ حلقہ سے جنتا دل کے ایم ایل اے منتخب ہوئے۔ ۱۹۹۳ء میں پھر کیرانہ علاقہ سے سماجوادی پارٹی سے ایم ایل اے چنے گئے۔ ۱۹۹۶ء میں کیرانہ پارلیمانی سیٹ سے راشٹریہ لوک دل سے ممبر پالیمنٹ رہے، اس کے بعد راجیہ سبھا کے ممبر منتخب ہوئے۔ پھر اتر پردیش ودھان پریشد سے ایم، ایل، سی منتخب ہوئے۔ ۲۰۰۴ء میں مظفر نگر پارلیمانی سیٹ سے سماجوادی پارٹی کے ممبر منتخب ہوئے، اس کے علاوہ بھی وہ پارلیمنٹ کی بعض ذیلی کمیٹیوں کے ممبر تھے، وفات کے وقت وہ ممبر پارلیمنٹ کے ساتھ ساتھ کیرانہ پارلیمانی سیٹ کے بہوجن سماج پارٹی کے انچارج بھی تھے۔

اپنی مقبولیت کے باعث چودھری منور حسن دنیا کے واحد لیڈر تھے جنھوں نے اپنی سیاسی زندگی کی اتنی کم مدت میں ان اہم ترین چار سیٹوں پر کامیابی حاصل کی، بڑے بڑے ماہر سیاست داں بھی اس مقام تک پہنچنے میں عمریں گنوادیتے ہیں اور ان کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو پاتا اس کی وجہ سے ان کا نام گنیز بک آف ورلڈ میں بھی شامل ہو گیا تھا اور اس کے اعزاز میں ماہ نومبر ۲۰۰۸ میں انہیں ایک سند اور لندن میں ایک مکان (ایک ہزار اسکوائر فٹ) بطور تحفہ پیش کیا گیا تھا۔

علماء اور اہل اللہ سے مرحوم کا تعلق بہت گہرا تھا، علماء سے رابطہ اور ان سے مشورہ نیز ان کی صحبت سے گاہے بگاہے استفادہ کا

بھی مزاج تھا، جس کی بنیاد پر اہل مدارس انہیں اپنے سالانہ جلسوں یا طلباء کی تقریبات میں مدعو کرتے تھے، جن میں وہ حاضری دیتے اور علماء کے درمیان خطاب کرتے تھے، قبرستانوں کی حفاظت، ان کی چہاردیواری، اور مساجد کی تعمیرات میں خاص دل چسپی لیتے، اور اس سلسلہ میں تعاون اور اس راہ کی مشکلات کے حل کے لئے پیش قدمی کرتے تھے، اپنی قوم وملت کے ساتھ محبت وتعلق اور ہمدردی اور ان کے مسائل سے لگاؤ ان کا وصف خاص تھا۔

ہماری دینی اور دعوتی تحریک جمعیت شاہ ولی اللہ سے ان کے گوناگوں روابط تھے، مساجد کی آبادکاری اور مدارس کی تعمیر و ترقی میں کئی بار انھوں نے جمعیت کے کارکنوں کا ساتھ دیا اور اپنی شخصیت سے فائدہ پہنچایا۔ ہمارے قائد داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی اور ان کی دعوتی خدمات سے انھیں خاص عقیدت تھی، وہ ان کے مشوروں اور رایوں کا بڑا لحاظ کرتے تھے، سیاسی معاملات سے قطع نظر کئی مواقع پر انھوں نے مولانا کی تحریک پر اپنے قدیمی اختلافات ختم کئے اور پوری بستی بلکہ عام مسلمانوں میں اتحاد واتفاق کا مثالی نمونہ پیش کیا، قریۃ الصالحین پھلت سے ان کو خاص لگاؤ تھا، یہاں کے ہر باشندہ کو جوان کی خدمت میں پہنچ گیا، انھوں نے ہمیشہ وقت دیا اور اس کا ہر ممکن تعاون کیا۔

ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے، جس کے آئین وضوابط میں ہر ایک کو بلا تفریق مذہب وملت سیاست میں شامل ہونے کا حق حاصل ہے، اس لحاظ سے مسلمانوں کو بھی اس میدان میں اپنی نمائندگی کے مواقع میسر ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ کم ہی ہوتے ہیں جو قوم وملت کے لئے کچھ خدمت انجام دینے کا جذبہ رکھتے ہوں، اس مقام پر پہنچ کر عموماً یہ ہوتا ہے کہ سیاست میں آنے والا اپنی سیٹ کو بچانے یا اپنی قیادت کو چمکانے کی فکر میں اپنی قوم اور مسلمانوں کے مسائل کا نمائندہ باقی نہیں رہتا، لیکن منور صاحب نے کم ازکم علاقہ کی سطح پر مسلمانوں کے مسائل کو ہمیشہ اپنا مسئلہ سمجھا، اور ہمیشہ ان کے دکھ درد میں شریک رہے۔ اس خصوصیت کی وجہ سے وہ ملت کیلئے ایک عظیم سرمایہ کی حیثیت رکھتے تھے، ان کی یہ خوبی یقیناً قابل ذکر ہے کہ کوئی معاملہ مسلمانوں سے متعلق ہو یا غیر مسلموں سے، اگر ان کے پاس مظلوم فریاد لے کر پہنچتا تو وہ اس کی سنوائی ضرور کرتے تھے، اور ان کے مسائل ومشکلات کو دور کرنے کیلئے بے جگری کے ساتھ میدان میں آجاتے تھے، اور ان کو دور کرنے کی کوشش کرتے، کبھی علاقہ میں فرقہ وارانہ تصادم یا فساد کی نوبت آئی تو پوری دانشمندی سے معاملہ کو سلجھاتے اور مسلمانوں کو لقمہ تر نہ بننے دیتے، وہ اس پورے دیار کے لئے مسلمانوں کی سب سے بڑی طاقت اور ان کی سب سے بلند آواز تھے، اور ان کا وجود اس پورے علاقہ کے لئے سایہ رحمت تھا، ایسے باہمت قائد کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا ایک ایسا خلا ہے کہ ان پرستی قوم فراموشی کے اس دور میں اس کا پر ہونا ممکن نہیں تو کم ازکم دشوار ضرور ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور ان کی لغزشوں سے درگذر فرمائے اور ان کی نیکیوں کا اپنی شایان شان اجر عطا فرمائے، آمین۔ ہر مرنے والا اپنے پیچھے تذکرہ کیلئے بہت سی خوبیاں چھوڑ جاتا ہے، حدیث میں آیا ہے: اذکروا محاسن موتاکم ، اس مناسبت سے ان کے بارے میں یہ چند سطور ادارہ ارمغان کا مرحوم کے لئے نذرانہ عقیدت ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

اس شمارہ کے ساتھ آپ کا عزیز ماہنامہ ''ارمغان'' اپنی اشاعت کے سترہویں سال میں داخل ہورہا ہے، اللہ کے فضل و کرم اور اس کے بعد اپنے قارئین کے مخلصانہ تعاون کے باعث ہم اس تعداد اشاعت اور اس منزل تک پہنچ سکے ہیں، ہم توقع رکھتے ہیں کہ ہمارے مخلصین آئندہ بھی ہمیں اپنے پرخلوص تعاون اور دعائے خیر میں یاد رکھتے رہیں گے۔

وصی سلیمان ندوی

دعوت دین

ملت کے موجودہ مسائل
وجوہات اوران کا حل

مولانا محمد کلیم صدیقی

امت مسلمہ کی زبوں حالی پر بے حس سے بے حس مسلمان بھی مضطرب اور بے چین ہے کشمیر وافغانستان کے علاوہ فلسطین کے حالات اورپھر اس کے بعد گجرات کے فسادات اور ممبئی کے حالات سے پوری ملت کرب میں ڈوبی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور کسی بھی طرح اس مسلسل شکست ومغلوبیت مظلومیت اور گویا درد لادوا کے علاج کی تلاش کے سلسلہ میں حیران وپریشان ہے اورحقیقت یہ ہے کہ ملت کے مسائل کا علاج اگر مل سکتا ہے تو اس طبیب حاذق کی اس عظیم بیاض میں (جسکو قرآن کریم کہا جاتا ہے)جس کے بارے میں قرآن کریم کا اعلان ہے،

"فیہ شفاء لما فی الصدور"

اُس میں شفاء ہے اس کیلئے جو کچھ سینوں میں ہے۔

بیاروشکستہ دلوں کا علاج اگر ہے تو قرآن حکیم میں ہے اور ہر موڑ پر رہنمائی اور مؤمنین کے لئے رحمت ہے تو اس فرمان الٰہی میں،قرآن حکیم طبیب حقیقی کا فرمان ہے اور طبیب حاذق مرض کی اصل جڑ کا علاج بتاتا ہے، وہ مرض کی علامت اورعرض کونہیں دیکھتا

ایک کسی مرض کا عرض ہوتا ہے جس کو مرض کی علامت بھی کہتے ہیں، اور دوسرے اس مرض کی اصل وجہ ہوتی ہے مثال کے طور پر کسی انسان کو بخار آتا ہے، بخار میں بدن میں درد اور گرمی محسوس ہوتی ہے زبان پر خشکی محسوس ہوتی ہے اب ایک عامی آدمی سے معلوم کیا جائے کہ بدن میں دردگرمی اور زبان پر خشکی کیوں ہو رہی ہے تو جواب ہوگا کہ بخار آرہا ہے اس کی تشخیص کے مطابق وقتی طور پر بخار کوکم کرنے اور درد کوتسکین دینے والی دوادیدی جائے تو آرام ہوجائے گا لیکن دواختم ہونے کے بعد پھر بخار آئے گا اور بار بار آتا رہے گا۔

اس کے برخلاف اگر کسی طبیب حاذق سے رجوع کیا جائے گا تو وہ مرض کی اصل کی طرف توجہ کرے گا وہ علامات بخار اورخون کی جانچ وغیرہ کے ذریعہ معلوم کرکے بتائے گا کہ مریض کے جسم اور خون میں بخار کے جراثیم پیدا ہوگئے ہے اور وہ جراثیم فلاں قسم کے ہیں اس مرض کےعلاج کے لئے جراثیم کش دواؤں کا استعمال کرنے کا مشورہ دے گا او وقتی طور پر درد اور بخار کے لئے مسکن دواؤں کو دوسرے درجہ پر رکھے گا۔

قوموں ملکوں اور افراد پر آنے والے انفرادی اجتماعی حالات، مصائب اور پریشانیوں کے سلسلہ میں خالق کائنات (جو طبیب حقیقی بھی ہیں اور علیم وخبیر بھی) نے امراض کی اصل کی وضاحت فرما کر امراض کو جڑ سے ختم کرنے کی رہنمائی فرمائی ہے، قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

ظہر الفساد فی البرلبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقھم بعض الذی عملو لعلھم یرجعون (الروم: ۴۱)

تم کو جو مصیبت آتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں سے کئے ہوئے کی وجہ سے آتی ہے جب کہ بہت سے گناہ وہ معاف فرمادیتا ہے اورتم زمین میں کہیں بھی (بھاگ) اس کو بے بس نہیں کرسکوں گے اور اللہ کے علاوہ تمہارا نہ کوئی ولی ہے نہ مددگار

قرآن حکیم کا فیصلہ یہ ہے کہ بحر وبر میں جو فساد برپا ہورہا ہے جو مصائب اور آلام انفرادی یا اجتماعی طور پر نازل ہورہے ہیں وہ ہمارے ہاتھوں کی کمائی اور ہماری شامت اعمال کا نتیجہ ہیں اوران تمام مسائل کا حل اللہ کے علاوہ کسی اور دروازہ سے نہیں ہوسکتا ہے اگر وہ مسائل یا مظالم حاکم وقت یا بادشاہ وقت کی طرف سے بھی

ہوں تو بھی نبوی ارشاد ہے کہ اعمالکم عمّالکم (تمہارے اعمال کا نتیجہ تمہارے حکمراں ہیں) حضرت شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ اس سال کے حالات گذشتہ سال کے مسلمانوں کے اعمال کی بدلی ہوئی شکل ہے گویا زمین پر جو بھی اچھے برے حالات ہو تے ہیں وہ صرف مسلمانوں کے اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں غیر مسلم چونکہ اللہ کی کائنات کے باغی اور غدار ہیں اسلئے ان کے گناہوں کی سزا کے لئے تو آخرت ہے ہاں اگر وہ کچھ بھلائی کرتے ہیں تو اس کا انعام ان کو دنیا میں مل جاتا ہے کیونکہ ایمان کے بغیر آخرت میں ان کے لئے کوئی جزا نہیں ہے۔

قرآن وحدیث کی اس تشخیص وتجویز کے ساتھ کسی بھی موقع پر حالات کا علاج انسان کے لئے آسان بھی ہے اور اپنے اختیار میں بھی ہے اگر انسان زمین وآسمان میں رونما ہونے والے واقعات وحادثات کو اپنے کردار وعمل اور اپنے باطن بلکہ اپنے دل کر موٹ کنٹرول سے جوڑنے کا مزاج بنا لے تو اس کے لئے نہ صرف حالات کا علاج آسان ہو جائے گا بلکہ یہ مزاج اس کو اپنے مالک قادر مطلق، محبوب رب سے قریب سے قریب تر کرتا چلا جائے گا ۔ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے، فرمان رسالت ہے۔

الایمان بین الخوف والرجاء

ایمان تو خوف اور امید کے درمیان ہے

ایک صاحب ایمان کو نہ صرف اپنی ذاتی زندگی میں رونما ہونے والے سازگار اور ناسازگار حالات سے اپنے اعمال اور ایمانی حالات کو جوڑنا چاہئے بلکہ مقامی مسائل سے اوپر اٹھ کر اس کو کائنات میں رونما ہونے والے حالات کو اپنی ذات سے جوڑنا چاہئے، بقول اقبال:

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

پیارے نبی کا فرمان ہے:

کلکم راع وکلکم مسؤل عن رعیتہ

تم میں سے ہر شخص ذمہ دار (چرواہا) ہے اور اس سے اسکی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا ہر مومن ذمہ دار ہے اور ذمہ دار کے کردار اس کے باطن اور اس کے ظاہر اعمال کا اثر اس کے زیر اثر افراد اور ماحول پر ہوتا ہے۔ مرشدی حضرت مولانا علی میاں ندویؒ ایک واقعہ اکثر سنایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ جن کی مجلس سنجیدگی متانت اور سکینت کی پہچان سمجھی جاتی تھی ایک روز ان کی مجلس میں سرگوشی ہونے لگی اور سرگوشی چہ میگوئی تک پہنچی اور پھر شور شرابہ ہونے لگا ایک خادم جو کافی زمانے کے بعد شیخ سے ملنے آئے تھے مجلس کے اس بدلے ہوئے رنگ سے خوف زدہ ہوئے اور حضرت سے سوال کیا کہ اس انتشار کی وجہ کیا ہے؟ حضرت نے اپنے گھٹنے کی طرف اشارہ کر دیا خادم کچھ نہیں سمجھے اس لئے ہمت کر کے اس کی وضاحت چاہی حضرت نے فرمایا آج ساری رات گھٹنے میں درد رہا جس کی وجہ سے تہجد اور معمولات پورے نہیں کر سکا اور معمولات پورے نہ ہونے کی وجہ سے عبادات اور طاعت وذکر کی جو سکینت مجلس پر قائم رہتی تھی وہ ختم ہوگئی۔

واقعی یہ بڑے گر کی بات ہے۔ انسان حالات مصائب اور امراض کا علاج اپنے باطن اور اعمال میں تلاش کرے (یہی قرآن وسنت کا طریق ہے) اور ہر اچھے برے حال کو اپنے اعمال سے جوڑنے کا مزاج بنائے اللہ کی ہر نعمت کو اپنے اوپر احسان سمجھے وہ سوچے کہ آج جو سورج نکلا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے میرے اوپر احسان فرما کر میرے لئے نکالا ہے دوسرے لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ بارش جو ہوئی ہے یہ اللہ نے صرف میرے لئے رحمت فرمائی ہے مجھ پر اس کا شکر واجب ہے۔ اور واقعی کائنات کی ہر چیز میری خدمت پر مامور بلکہ میری خاطر بنائی گئی ہے ایک مزدور خدمت کرتا ہے تو روزانہ اجرت ملتی ہے ایک ملازم ہوتا ہے تو ماہانہ حق ملازمت وصول کرتا ہے ایک غلام ہوتا ہے جو خریدا جاتا ہے پھر خدمت کیلئے اس کو کھلانا پلانا ہے مگر یہ چاند، یہ سورج، یہ ہوا، یہ پانی، یہ دن یہ رات یہ گرمی سردی یہ پوری کائنات نہ ہم سے

مزدوری وصول کرتی ہے نہ ماہانہ تنخواہ دینا پڑتی ہے اور نہ خریدنا اور کھلانا پلانا پڑتا ہے بلکہ یہ سب بیگاری خادم ہیں اور صرف میرے لئے ہیں اسلئے مجھ ہی پر اسکا شکر بھی واجب ہے، اس کے برخلاف جو درد وغم مصیبت خشک سالی فساد، ساز گار حالات مجھ پر امت پر یا پورے عالم میں رونما ہوتے ہیں یہ میری شامت اعمال کا نتیجہ ہیں یہ فکر اور مزاج ملت کے انفرادی مسائل کا بھی علاج ہیں اور اجتماع ومصائب مشکلات کا بھی۔اور اس مزاج کی بدولت انسان معرفت اور قرب کے درجات طے کرتا ہے رہتا ہے۔

عباسی خلیفہ مہدی کے حالات میں آتا ہے کہ تیز آندھی بھی آتی تو وہ فوراً مسجد میں جا کر اپنی پیشانی سجدہ میں رکھ دیتے، کہ بار الہٰی! اگر میرے گناہوں کی وجہ سے آپ نے اس امت کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمالیا ہے تو اس گناہگار کی پیشانی حاضر ہے اس کو جو چاہے سزا دیجئے مگر میرے گناہوں کی وجہ سے امت کو ہلاک مت فرمائیے۔

آپ شاید اسے ایک خیالی بات سمجھیں لیکن آپ تجربہ کیجئے کہ آپ حالات کا علاج اپنے باطن کی اور اپنے ظاہر کی اعمال کی اصلاح کے ذریعہ کر کے دیکھئے حقیقت خود آپ پر واضح ہوجائے گی، آپ اپنے خالق سے اپنا تعلق قائم کر لیجئے، اللہ کی نافرمانی، حقوق اللہ اور حقوق العباد کے سلسلہ کی لغزشوں سے بچ کر طاعات اور عبادات میں لگ کر دیکھئے روز وبروز پوری دنیا بلکہ پوری کائنات پر اس کا اثر پڑنا شروع ہوجائے گا، مخبر صادق کا ارشاد ہے

اصلح بینک وبین اللہ یصلح اللہ بینک وبین المخلوق

اپنے رب کے درمیان تعلق درست کیجئے اللہ تعالی آپ کے اور دوسری مخلوقات کے تعلق درست فرمادے گا۔

اس طرح جس صبح کو آپ کی تہجد، ذکر وشغل کا معاملہ ٹھیک ہوگا اسی طرح جس دن آپ اپنی زندگی میں فرمانبرداری اور اطاعت کا مظاہرہ کرینگے اسی شام کی خبریں آپ کے لئے پہلے سے زیادہ خوش کن ثابت ہونگی یہ ایسا علاج ہے جو آسان بھی ہے اور اپنے اختیار میں بھی ہے اور یہ قرآن حکیم کا بتایا ہوا علاج ہے ہم قرآن حکیم پر ایمان رکھتے ہیں مگر افسوس ہے کہ ہمارا حال اس مریض کا ہے جو طبیب کے نسخہ کو حفظ یاد کرے۔اور بار بار دہراتا رہے عقیدت کے ساتھ سر اور آنکھوں پر رکھے مگر اس لکھی ہوئی دوا کو طبیب کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق استعمال نہ کرے ایسا مریض کبھی بھی شفایاب نہیں ہوسکتا ہے ان حالات میں ایک طرف حقوق اللہ کے سلسلہ میں حساس ہونا چاہے تو دوسری طرف حقوق العباد کے سلسلہ میں اور زیادہ حساس ہونا چاہئے کیسے ہی ناسازگار اور ہنگامی حالات ہوں حدود شرعی سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے غیر ایمان والوں یا ظالم حکمرانوں کی طرف سے مسلمانوں پر ہونے والے انتہائی سفاکانہ مظالم کی تاریخ اور ان کی وجوہات کا اگر گہرائی اور انصاف کیساتھ تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ابتداء کسی احمق یا ظالم کی کسی حرکت کے رد عمل کے طور پر مسلمانوں نے حدود شریعت سے تجاوز ہوگا اسکے بعد اللہ کے غضب کی وجہ سے ان پر ظلم قہر توڑ اگیا۔

اس سلسلہ میں اس بات کو خود سمجھنا اور ملت کے ہر فرد کو سمجھانا ضروری ہے کہ غیر ایمان والوں کے پاس کوئی خدائی ضابطہ یا آسمانی شریعت نہیں ہے اور ہمارے پاس ہر موڑ پر اصول وقانون ہیں اسلامی شریعت میں عین جہاد کے موقع پر بھی عورتوں اور بوڑھوں اور بچوں پر تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں گھر کو جلانے اور کھیتیاں ں برباد کرنے کی اجازت نہیں ظاہر ہے جنگ اور جہاد کسی گھر میں نہیں ہوتا وہ میدان جنگ میں ہوتا ہے اور وہاں عورتیں اور بچے دشمنوں کی مدد کے لئے ساتھ ہوتے ہیں مگر شریعت اس کے باوجود بھی ان پر ہتھیار اٹھانے کی اجازت نہیں دیتی پھر بلوہ اور فساد میں کس طرح آگ لگانے، بے گناہوں کو مارنے اور عورتوں وبچوں کو قتل کرنے کی اجازت دے سکتی ہے اس حقیر نے بہت سے فقہاء سے اپنی چاہت کے مطابق اس کی اجازت دینے کی درخواست کی کہ کسی طرح شریعت سے کوئی ایسی

اجازت معلوم ہوجائے کہ فسادات کے موقع پر ہر غیر مسلم غیر ہے جب ایک طرف لوگ صرف مسلمان سمجھ کر مسلمانوں پر حد درجہ ظلم کررہے ہیں تو پھر مسلمانوں کو بھی اس کی اجازت ہونی چاہئے کہ وہ بھی ہر غیر مسلم کو اپنا دشمن سمجھ کر اس سے انتقام لے سکیں مگر کسی فقیہ یا عالم دین شریعت نے کی روشنی میں اسکی اجازت نہیں دی اور شریعت کا یہ حکم بتایا کہ اگر محلّہ کے کچھ ظالموں نے مسلمانوں پر آخری درجہ کی سفاکی کا مظاہرہ کیا ہو تو شریعت آپ کو ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ دوسرے کسی محلّہ میں یا اسی محلّہ میں ایک اکلوتے نوجوان کو جو اپنی ماں کی دوا لینے جارہا ہے غیر مسلم ہونے کی وجہ سے اسے قتل کردیں یا اسے ستائیں۔

بلاشبہ اسلام اعتدال کا مذہب ہے وہ ظلم سہتے رہنے کو بھی منع کرتا ہے اور اپنی جان کے دشمن کو قتل کرکے اپنی جان کی حفاظت کی اجازت بھی دیتا ہے۔

اسلام کا پیغام ہے کہ اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔عرض کیا گیا کہ مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے لیکن ظالم کی مدد ہم کیسے کریں؟ ارشاد فرمایا ظالم کی مدد اس کو ظلم سے روک دینا ہے۔ظلم سے روکنے کے لئے اسلام طاقت جمع کرنے اور ہتھیار اور گھوڑوں کی قوت مجتمع کرنے کا حکم دیتا ہے مگر رحمت للعالمین نبی کا یہ دین سراسر رحمت ہے ظالم کو ظلم سے روکنے میں بھی اس کے ساتھ ہمدردی اور مدد کا جذبہ ہونا چاہئے اس طرح اسلام ظلم سہنے کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا لیکن اس کے ساتھ وہ ذرہ بھر ظلم کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتا بلکہ ایمان کے ساتھ ظلم کی تلبیس سے بچنے پر دین کا دارومدار رکھتا ہے ارشاد ربانی ہے:

الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الأمن وھم مھتدون (الانعام:۸۲)

ورلڈ سینٹر پر حملہ کا کام کیسا ہی بہادرانہ کارنامہ ہو مگر شریعت اسلامی کی نگاہ میں وہ کسی بھی طرح اسلامی کارنامہ نہیں کہا جاسکتا اور شریعت کی نظر میں وہ بے گناہوں کا قتل ہے جس کی سزا مسلمانوں کے دردمند قائدین اور مجاہدین کو ان کے جذبہ صادق اور ایثار وقربانی کے باوجود بھگتنی پڑی۔

وہ شریعت جو مچھروں اور بھڑوں کو جلانے کی اجازت نہیں دیتی وہ کسی بھی حالت میں انسانوں کو جلانے کی اجازت نہیں دے سکتی مسلمانوں کے پاس یہ ضابطہ ہے اور وہ اس ضابطہ کے اس دنیا میں بھی پابند ہیں قرآن کریم میں ہے:

واتقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصة واعلموا ان اللہ شدید العقاب (الانفال: ۲۵)

اور اس فتنہ سے بچو جب وہ آئے گا تو تم میں سے صرف قصورواروں پر ہی نہیں آئے گا اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

کرنے والا کوئی بھی ہو فاعل حقیقی اللہ کی ذات ہے اور اس کے عتاب کے بغیر ایسے واقعات پیش نہیں آتے وہاں سے عتاب جبھی آتا ہے جب امت عتاب کی مستحق ہوتی ہے اسلئے کہ:

وما ربك بظلام للعبید۔

اور تمہارا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

اب بھی ذمہ دار حضرات کو اس جانب توجہ کرنی چاہئے کہ گجرات یا فلسطین یا دنیا کے کسی بھی مقام پر تاریخ کو شرمادینے والے مظالم اور سفاکیوں کے باوجود جن لوگوں نے ظلم کیا ہے اگر آپ کے اندر طاقت ہے تو ظلم کے بعد صرف ظالموں سے بدلہ لینے کی اجازت ہے اور اگر اس ظلم وسفاکی کے ردعمل میں آپ نے حدود شریعت سے باہر نکل کر بے گناہوں پر ظلم کیا تو مسلمانوں کو اس سے سخت حالات کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔

دنیا میں کوئی پتہ بھی اللہ کے حکم کے بغیر نہیں ہل سکتا اس لئے عتاب اور اللہ کے غضب کے طور پر اس طرح کے مظالم اور خون ریز فسادات سے بچنے کیلئے ملت کے ذمہ دار حضرت کو یہ اصول بخوبی سمجھ کر عوام کو اس سے خبردار کرنا چاہئے کہ اسلام میں حد درجہ ظلم وسفاکی کے ردعمل کے طور پر جذبات میں آکر ظلم کرنے کی کسی بھی طرح اجازت نہیں۔ اسلام صرف مظلوم کو بدلہ لینے کی (اور اس میں بھی حد درجہ عدل کے ساتھ) اجازت دیتا ہے اور عدل یہ ہے کہ آپ کے ساتھ جس نے ظلم کیا ہے اس سے اتنا ہی بدلہ لے

سکتے ہیں جتنا اس نے ظلم کیا ہے ظالم پر انفعال میں کسی دوسرے سے انتقام لینے یا ظلم سے زیادہ بدلہ لینے کی اجازت اسلام میں ہرگز نہیں ہے۔

اسلام ارحم الراحمین کی طرف سے رحمت للعالمین نبی کے واسطہ سے نازل کردہ رحمت والا مذہب ہے اس میں ظلم کی کسی بھی طرح اجازت نہیں آخری درجہ کی ہنگامی صورت حال میں بھی مسلمانوں کو اسلامی اصولوں کا پاس ولحاظ ضروری ہے ورنہ احکم الحاکمین کی طرف سے عتاب اور پکڑ کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔

کوئی ظاہر بیں غزوہ احد میں مسلمانوں کی ایک طرح شکست اور زبردست جانی ومالی نقصان ان کو اس وقت مشرکین مکہ کے جرنیل حضرت خالد بن الولید کی بہادری کا کارنامہ کہہ سکتا ہے مگر جس کو قانون قدرت اور قرآنی ضابطہ کا فہم ہے وہ اسے چند صحابہ کرام کی (جناب رسول اللہ ﷺ کے ایک جگہ جمع رہنے کے حکم کے سلسلہ میں) ایک اجتہادی بھول کا خمیازہ کہنے میں کوئی تردد نہیں اور ان مقدس ترین صحابہ کی، حکم رسول کے ماننے کے سلسلہ میں اس کوتاہی کی وجہ سے نہ صرف ستر جانباز صحابہ شہید ہوئے اور عم رسول حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبایا گیا بلکہ خود جناب رسول اللہ ﷺ کو سخت چوٹیں آئیں اور دندان مبارک شہید ہوئے

کوئی ظاہر بیں انسان تاتاریوں کے مظالم اور تقریباً پورے عالم اسلام پر ان کی فتح کو تاتاریوں کی بہادری خیال کرے تو کرے مگر خدائی قانون شریعت اور قرآنی اصول جاننے والا ہر شخص جانتا ہے کہ ایک مظلوم تاتاری بوڑھے کی فریاد کو مسلمانوں کے خلیفہ نے سن کر اس کا حق دلانے کے بجائے اس کو دربار سے نکلوادیا تھا اور اس نے پہاڑی پر چڑھکر مسلمانوں کے خدا کو مدد کے لئے پکارا تھا نتیجہ میں مسلمانوں نے وہ مظالم دیکھے کہ بڑے بڑے اولیاء، محدثین اور ائمہ اسکی زد میں آئے۔

کچھ ظاہر پرست، افغانستان میں طالبان کی شکست اور امریکہ کی فتح میں طاقت اور ٹیکنالوجی کی فتح اور جذبہ کی شکست کہہ سکتے ہیں، مگر قرآن وسنت سے واقف ہر شخص جانتا ہے کہ ٹریڈ سینٹر پر حملہ میں حق کے لئے شرعی ضابطوں اور قانون حق سے انحراف اور بے گناہوں کے قتل کے جرم میں کتنے زمانہ کے بعد قائم ہونے والی اسلامی حکومت کو بھی شکست سے دوچار ہونا پڑا تقریباً یہی حال گجرات کے سفاکانہ فساد کی گہرائی میں نظر آتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ اللہ کی ذات کو فاعل حقیقی، کارساز اور قادر مطلق مالک الملک سمجھ کر ہر حال میں احکم الحاکمین کے قانون شریعت کا پاس رکھا جائے اور اگر ظالموں سے ظلم کا بدلہ لینے میں بے بس ہو تو پھر مظلوم بن کر اللہ کی ذات پر چھوڑ دیا جائے۔ ظالم بننے کا تصور بھی اسلام کے ساتھ ممکن نہیں۔ اسلئے ان مصائب وآلام کا علاج بہرحال شریعت کی پابندی اور اپنی ذاتی زندگی کو اللہ کی فرمانبرداری حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں ہے۔ ارمغان کے صفحات کے واسطہ سے قارئین کی خدمت میں یہ بات باربار دہرائی جاتی رہی ہے کہ باطل طاقتوں اور اسلام مخالف افراد اور جماعتوں کی دشمنی کی اصلاً وجہ اسلام سے عدم واقفیت بلکہ غلط واقفیت ہے دوسرے لفظوں میں دعوتی حق ان تک نہ پہنچانا ہے اگر یہ دعوتی حق ان تک پہنچایا جائے اور باطل کی کاروائیوں اور مظالم کا بدلہ ان کو دنیا اور آخرت کی خیر خواہی اور دردمندانہ دعوت سے دیا جائے تو طبیب حاذق کی بیاض حقیقی قرآن حکیم اعلان کرتا ہے

ولا تستوی الحسنة ولا السیئة ادفع بالتی ھی أحسن فاذا الذی بینک وبینه عداوة کانه ولی حمیم وما یلقها الا الذین صبروا وما یلقها الا ذو حظ عظیم

ترجمہ: نیکی اور بدی برابر نہیں ہوسکتے اس لئے برائی کو اچھائی کے ساتھ دفع کرو۔ تو تمہارے اور جس کے درمیان عداوت ہوگی وہ گہری دوستی میں بدل جائے گی۔ یہ فضیلت ان کو ملتی ہے جو صبر کرنے والے ہیں اور صرف ان کے حصہ میں آتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیں۔ (حم السجدہ: ۳۴)

●●

نئے سال کے آغاز پر خاص مضمون

ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم!

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

۲۰۰۷ء کا سال گذر چکا اور ۲۰۰۸ء کا آغاز ہونے جا رہا ہے، گویا حیاتِ مستعار کا ایک اور سال گذر گیا، لوگ اسے خوشی و مسرت کا وقت سمجھتے ہیں، بلکہ بعض دفعہ تو سالِ نو کے استقبال میں رقص و سرود کی بزمیں سجائی جاتی ہیں اور شہنائیوں اور نور و نکہت کی برسات کے ساتھ نئے سال کا خیر مقدم کیا جاتا ہے، لیکن درحقیقت یہ وقت افراد و اشخاص کے لئے بھی، اداروں اور تنظیموں کے لئے بھی اور جماعتوں اور قوموں کے لئے بھی اپنے احتساب کا وقت ہے کہ انھوں نے اس عرصہ میں کیا کھویا اور کیا پایا ہے؟ اور وقت کی صورت میں جو عظیم نعمت اللہ نے انسان کو عطا فرمائی ہے، اس کا کس طور پر استعمال کیا ہے؟ جو قوم خود اپنا محاسبہ نہیں کر سکتی اور جو جماعت اپنا گریبان آپ تھامنے کی صلاحیت نہیں رکھتی، دوسرے ان کے گریبان تھامتے ہیں اور خیر و شر کا حساب کر کے اس کا بدلہ چکاتے ہیں، لمحوں کی ناقدری سے بعض اوقات صدیوں کا نقصان ہوتا ہے اور قومیں زوال و انحطاط کے دلدل میں پھنستی چلی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو بہت سی نعمتیں اس کائنات میں دی ہیں، ان میں سے ایک بہت بڑی نعمت وقت ہے، انسان سمجھتا ہے کہ اس کی عمر بڑھ رہی ہے، اس کے اوقات بڑھ رہے ہیں، لیکن درحقیقت عمر گھٹتی جاتی ہے اور ہر لمحہ وقت کی متاعِ گراں مایہ اس کے ہاتھوں سے نکلتی جاتی ہے:

ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم
چپکے چپکے، لمحہ لمحہ، دَم بہ دَم

وقت کی قدر و قیمت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کتنے مقامات پر وقت کی قسم کھائی ہے، کبھی رات اور صبح کی قسم کھائی گئی ہے (لیل: ۱-۲، مدثر: ۳۳-۳۴، تکویر: ۱۷-۱۸)، کبھی رات کے ساتھ شفق کی قسم کھائی گئی (انشقاق: ۱۶-۱۷)، کبھی فجر اور اس کے ساتھ دس راتوں کی (الفجر: ۱-۲)، کبھی دن کی روشنی اور رات کے چھا جانے کی (الضحیٰ: ۱-۲) اور کبھی خود زمانہ کی (العصر: ۱) دنوں کی آمد و رفت اور سورج و چاند کے طلوع و غروب سے اوقات کا علم ہوتا ہے، قرآن مجید نے جابجا اللہ کی نعمت کی حیثیت سے ان کا ذکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ قیامت میں انسان سے اس کی عمر کے بارے میں بھی سوال فرمائیں گے کہ کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں نصیحت حاصل کرنے والے لوگ نصیحت حاصل کر سکیں؟ "اولم نعمر کم مایتذکر فیه من تذکر" (الفاطر: ۳۷) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن آدمی سے اس بارے میں سوال کیا جائے گا کہ اس نے اپنی عمر کس کام میں گذاری اور اپنی جوانی کو کس مقصد میں صرف کیا؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں بہت سے لوگ دھوکہ میں مبتلا ہیں: صحت اور فراغتِ وقت۔

سلف صالحین جنھوں نے اعلیٰ درجہ اور بلند قیمت علمی کام کئے ہیں، اپنے وقت کے ایک ایک لمحہ کو وصول کرتے تھے اور ایک منٹ کا ضائع ہونا بھی ان کو گوارا نہیں تھا، وہ آخر دم تک اپنے وقت کو مشغول رکھتے تھے، امام ابو یوسفؒ (۱۱۳-۱۸۲ھ) اسلامی تاریخ کے پہلے قاضی القضاۃ ہیں، ان کے بارے میں اہل تذکرہ نے قاضی جراح سے نقل کیا ہے کہ وہ مرضِ وفات میں امام صاحبؒ کی عیادت کے لئے پہنچے، آپؒ پر بے ہوشی طاری تھی،

ابراہیم بیٹھے رہے، کچھ دیر میں ہوش آیا، امام صاحب نے پوچھا کہ حج میں جمرات کی رمی پیدل کرنا افضل ہے یا سواری پر؟ ابراہیم نے استاذ سے عرض کیا کہ اس حال میں بھی آپ فکر وتحقیق کو نہیں چھوڑتے، امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، ابراہیم نے کہا سوار ہوکر رمی کرنا افضل ہے، امام ابو یوسفؒ نے کہا: یہ غلط ہے، ابراہیم نے کہا: پھر پیدل رمی کرنا افضل ہوگا، فرمایا: یہ بھی غلط، ابراہیم نے عرض کیا کہ جو رائے صحیح ہو اسے آپ ہی ارشاد فرمائیں، فرمایا: جس رمی کے بعد کوئی اور رمی ہو، اس کو پیدل کرنا افضل ہے اور جس کے بعد اور کوئی رمی نہ ہو اسے سوار ہوکر، ابراہیم وہاں سے اٹھے اور امام صاحبؒ کے گھر کے دروازے ہی پر پہنچے تھے کہ اہل خانہ کے رونے کی آواز آئی، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ امام ابو یوسفؒ کا انتقال ہوگیا ہے، یہی امام ابو یوسفؒ ہیں جن کے بارے میں منقول ہے کہ انھوں نے سترہ سال تک اپنے استاذ امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں اس طرح شرکت کی کہ کبھی فجر کی نماز فوت نہیں ہوئی، یہاں تک کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن بھی، بلکہ صاحبزادے کا انتقال ہوگیا تو تجہیز وتکفین کا انتظام اپنے اعزہ اور پڑوسیوں کے حوالہ کرکے درس میں شریک رہے اور درس سے محرومی کو گوارہ نہیں کیا (مناقب کلی: ۱/۲۴۷)

ایک بڑے محدث عبید بن یعیشؒ گذرے ہیں، جو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے اساتذہ میں ہیں، ان سے حافظ ذہبیؒ نے نقل کیا ہے کہ تیس سال تک رات میں اپنے ہاتھ سے کھانا نہیں کھایا بلکہ خود حدیث لکھنے میں مصروف رہتے اور بہن منہ میں لقمہ دیتی جاتیں، (سیر اعلام النبلاء: ۱۱/۴۵۸) احمد بن یحییٰ شیبانی (۲۰۰-۲۹۱ھ) عربی لغت، ادب، گرامر اور قراءت وغیرہ کے بڑے نامی گرامی عالم تھے اور 'ثعلب' کے نام سے مشہور تھے، ان کا حال یہ تھا کہ اگر دعوت دی جاتی تو داعی سے فرماتے کہ کھانے کے وقت ان کے لئے چمڑے کے تکیہ کی مقدار جگہ خالی رکھی جائے، جس میں وہ کتاب رکھ کر مطالعہ کریں، (الحث علی طلب العلم الخ للعسکری: ۷۷) امام ثعلبؒ کا معمول تھا کہ راستہ چلتے بھی ہاتھ میں کتاب رہتی اور مطالعہ کرتے جاتے، چنانچہ اسی طرح چل رہے تھے کہ گھوڑے نے ٹکر دی، گڑھے میں گر پڑے اور ایسی چوٹ آئی کہ دوسرے ہی دن وفات ہوگئی (وفیات الاعیان لابن خلکان: ۱/۱۰۴)، اسی کا نتیجہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں اہل علم نے اتنا عظیم تصنیفی اور تالیفی کام انجام دیا ہے کہ سن کر اور پڑھ کر حیرت ہوتی ہے اور آج ان کتابوں کو ایک شخص کا پڑھ لینا بھی دشوار ہے، امام ابن جریر طبریؒ بہت ہی بلند پایہ مفسر، محدث اور فقیہ ہیں، انھوں نے اپنی عظیم الشان تفسیر ۳ ہزار اوراق میں ۲۸۳ تا ۲۹۰ھ یعنی صرف سات سال کے عرصہ میں مکمل کی، پھر ایک تفصیلی تاریخ لکھنی شروع کی، جس سے ۳۰۳ء میں فارغ ہوئے، یہ دونوں کتابیں تین تین ہزار گویا چھ ہزار صفحات پر مشتمل ہیں، طبری کی یہ تفسیر ۱۱ ضخیم جلدوں میں منظر عام پر آچکی ہے، بعض حضرات نے لکھا ہے کہ طبری کی تصنیفات کا حساب لگایا جائے تو یومیہ ۱۴ ورق یعنی ۲۸ صفحات کا اوسط ہوتا ہے۔

حافظ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ انھوں نے جو روشنائی خریدی، اس کا حساب کیا گیا تو وہ سات سو درہم کی تھی، ابوریحان بیرونیؒ کی وفات کے وقت اس زمانہ کے مشہور فقیہ ابوالحسن ولوالجی گئے، بیرونیؒ نزع کی حالت میں تھے اور سینے میں گھٹن محسوس کررہے تھے، اس وقت انھوں نے علامہ ولوالجی سے "جداتِ فاسدہ" (نانی) کے حق میراث کا مسئلہ پوچھا، ولوالجی کو رحم آیا اور کہنے لگے کہ اس وقت بھی آپ کو فکر پڑی ہے؟ بیرونیؒ نے کہا کہ دنیا سے اس مسئلہ سے واقف ہوکر جانا بہتر ہے یا ناواقف رہ کر؟ ولوالجی نے مسئلہ کی وضاحت کردی اور واپس ہوئے، کچھ دور آئے تھے کہ رونے دھونے کی آواز آئی اور معلوم ہوا کہ علامہ بیرونیؒ کا انتقال ہوگیا ہے۔

وقت کی حفاظت کرنے والے بزرگوں میں علامہ ابن عقیلؒ بھی ہیں، جو بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، ان کی سب سے اہم کتاب ''الفنون'' ہے، جس کے بارے میں بعض دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ اس کی ۸سو جلدیں تھیں، اس کا کچھ حصہ ڈاکٹر جارج مقدسی مستشرق نے دو جلدوں میں ۷۱-۱۹۷۰ء میں شائع کیا ہے، امام ابن جوزیؒ تاریخ اسلام کے بڑے مصنفین میں ہیں وہ ان لوگوں کو بہت ناپسند کرتے تھے جو چاہتے کہ ان کے پاس ملاقاتیوں اور ہم نشینوں کی بھیڑ لگی رہے، خود بھی بے مقصد آنے والوں سے بہت نالاں رہتے اور مجبوراً جن لوگوں سے ملاقات کرنی ہوتی، ان سے ملاقات کے اوقات کو اسی طرح استعمال فرماتے کہ اس وقت حسب ضرورت کاغذ کاٹتے جاتے، قلم تراش لیتے اور لکھے ہوئے اوراق باندھ لیتے، اس کا نتیجہ تھا کہ بقول حافظ ابن رجبؒ شاید ہی کوئی فن ہو جس میں ابن جوزیؒ کی کوئی کتاب نہ ہو، ابن جوزیؒ کی تصنیفات پانچ سو سے اوپر ہیں اور ان میں سے بعض بیس جلدوں اور بعض دس جلدوں پر مشتمل ہیں، ابن جوزیؒ کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے جن قلموں سے حدیثیں تحریر کی تھیں، ان کے ڈھیر سارے تراشے جمع ہو گئے تھے، انھوں نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میرے غسل کا پانی اسی سے گرم کیا جائے، چنانچہ پانی گرم کرنے کے بعد بھی قلم کے تراشے بچ رہے۔

مشہور مفسر اور صاحب نظر امام رازیؒ کھانے کے وقت پر بھی افسوس کا اظہار کرتے کہ اس وقت علمی مشغلہ فوت ہو جاتا ہے مشہور محدث علامہ منذریؒ کے صاحبزادے رشید الدین (م:۶۴۳) کا انتقال ہو گیا، جو ان کو بہت محبوب تھے تو اپنے جواں مرد بیٹے کی نماز جنازہ خود پڑھائی، مدرسہ کے دروازہ تک جنازہ کے ساتھ خود چلے اور وہاں سے اللہ کے حوالے کر کے اپنے معمولات میں مشغول ہو گئے۔

امام نوویؒ جیسے محدث اور صاحب علم سے کون ناواقف ہوگا، راستہ چلتے ہوئے بھی علمی مذاکرہ میں اپنا وقت گذارتے، اس کا نتیجہ ہے کہ صرف ۴۵ سال کی عمر پائی، لیکن ہزارہا ہزار صفحات ان کے قلم سے آج بھی محفوظ ہیں، جو اہل علم کے لئے حرز جاں ہیں، ابن النفیس میڈیکل سائنس کی یادگار شخصیتوں میں ہیں، جسم میں دوران خون کا نظام سب سے پہلے آپ ہی نے دریافت کیا، طب میں آپ کی کتاب ''الشامل'' تقریباً ۳۰ جلدوں میں ہے، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کا حال یہ تھا کہ سفر و حضر اور صحت و بیماری کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیتے، ان کے شاگرد ابن قیمؒ نے ان کی تصنیفات کی تعداد پر جو رسالہ لکھا ہے وہ خود ۲۲ صفحات کا ہے، اخیر دور کے اہل علم میں علامہ شوکانیؒ کا حال یہ تھا کہ روزانہ دس اسباق پڑھاتے، فتاویٰ بھی لکھتے، فریضۂ قضاء بھی انجام دیتے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک سو چودہ اہم تصنیفات آپ کی یادگار ہیں، علامہ شہاب الدین آلوسیؒ (۱۲۱۷-۱۲۷۰) کا حال یہ تھا کہ روزانہ چوبیس اسباق پڑھاتے، افتاء کا کام بھی کرتے اور اس کے ساتھ انھوں نے روح المعانی کے نام سے ایسی عظیم الشان اور مبسوط تفسیر لکھی ہے جس کی پورے عالم نے داد دی ہے۔

ہندوستان کے علماء میں مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ نے صرف ۴۳ سال کی عمر پائی، لیکن ان کی تصانیف ۱۹۱ سے بھی زیادہ ہیں اور ہر کتاب گویا اپنے موضوع پر حرف آخر ہے، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتابوں اور رسائل کی تعداد ہزار کے قریب ہے، مولانا عبدالحی حسنیؒ نے ''الثقافة الاسلامية في الهند'' مولانا حبیب الرحمن شیروانیؒ نے ''علماء سلف'' اور مشہور محقق شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ نے اپنی نہایت اہم اور فاضلانہ تصنیف ''قيمة الزمن عند العلماء'' میں سلف صالحین کے ایسے کتنے ہی واقعات لکھے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ کا ایک مختصر مگر اہم

مکتوبِ گرامی

جس کا پیام ہماری توجہ چاہتا ہے

مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ نے امت مسلمہ کے مسائل اور امراض و بگاڑ کی جس طرح نشان دہی فرمائی اور اس کے لئے جو بے خطا نسخے تجویز کئے ہیں ان کی نافعیت محتاج بیان نہیں، حضرت شاہ صاحب کی فکر کی خوشبو اور ہدایات کی روشنی پورے برصغیر میں بکھری ہوئی ہے، اس کی تابانی میں لاکھوں مسلمانان، دین کا سفر طے کر رہے ہیں اور صراط مستقیم کی جانب قدم بڑھا رہے ہیں، منجملہ ان ہدایات کے شاہ صاحب کے بہت سے ارشادات، خاص نکتے اور فرامین ایسے ہیں جن کا افادہ عام نہیں ہوا اور شاہ صاحب کے علوم و تعلیمات کے تذکرے میں ان سے استفادہ نہیں کیا گیا، یہ ہدایات و افادات زیادہ تر شاہ صاحب کے مکتوبات میں چھپے ہوئے ہیں، ان مکتوبات میں کچھ چھپے ہیں اور بعض ابھی تک طباعت سے محروم ہیں، ایسا ہی ایک مجموعہ جو حضرت شاہ صاحب کے مکتوبات کے معلوم سرمایہ کا سب سے بڑا حصہ اور اہم ترین ذخیرہ ہے وہ مجموعہ مکتوبات ہے جو حضرت شاہ ولی اللہ کے ماموں زاد بھائی، دوست، بچپن کے ہم سبق، سفر سلوک اور زیارت حرمین کے رفیق، خاص معتمد اور صاحب سر حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی کے فرزند شاہ عبد الرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرتب کیا تھا اس کا دوسرا حصہ شاہ عبد الرحمٰن کی وفات کے بعد ان کے والد ماجد حضرت شاہ محمد عاشق نے مرتب فرمایا تھا۔(۱)

اس مجموعہ مکتوبات میں سے ایک مختصر سا گرامی نامہ جو شاہ ولی اللہ کے ایک مرید سید نور شاہ افغانی کے نام ہے یہاں پیش کیا جا رہا ہے، یہ گرامی نامہ مکتوب شاہ ولی اللہ کی دوسری جلد مرتبہ شاہ محمد عاشق میں شامل ہے۔

اس میں حضرت شاہ صاحب نے چند لفظوں میں دین کی بنیادی تعلیمات کا عطر کشید فرمایا ہے اور صاف ہدایت فرمائی ہے کہ آج کے زمانے کی سب سے پہلی اور اصل ضرورت یہ ہے کہ دین خالص اور تعلیمات نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اصل اور واضح ہدایات پر سختی اور مضبوطی سے عمل کیا جائے، ان کو حرز جاں بنا لیا جائے، آج کل کے زمانے کے حالات کہہ رہے ہیں کہ اب جزوی مسائل اور باہمی نظریات سے متعلق اختلافی بحثوں کا اور لغت ونحو کی موشگافیوں میں مشغول رہنے کا وقت نہیں ہے۔

حالات سخت ہیں، امت سسک رہی ہے اور تم ان مباحث میں الجھے ہوئے ہو، امت کی حیات طبیب عالم ﷺ کے خالص نسخہ کو بغیر کسی غور وفکر اور آمیزش کے استعمال کرنے میں ہے، یہ جو تم کر رہے ہو یہ بھی مفید ہے مگر ان سنگین حالات میں جب

---

(۱) اس مجموعہ کا واحد معلوم نسخہ جو راقم سطور کے خیال میں شاہ محمد عاشق پھلتی کے قلم کا ہے مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری کے ذخیرہ میں کتاب خانہ دار العلوم دیوبند میں ہے اور اس کا فوٹو اسٹیٹ راقم سطور کے ذخیرہ کی زینت ہے۔

جان لبوں پر آگئی ہو ان تحقیقات میں پڑنا دانش مندی نہیں ہے، اس وقت توصرف اورصرف یہی ایک پیام ہے کہ

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

یہ شاہ صاحب اپنے دور کی بات کرر ہے ہیں، آج حالات اورزیادہ سنگین ہیں، برصغیر ہند بلکہ پوری دنیا میں تعلیمی اداروں اورجدید ذرائع ابلاغ، ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات کے ذریعہ خرافات فحاشی اورکفروشرک کا جوزہر ہمیں ہر وقت پلایا جارہا ہے اور جس طرح ہمارے گھروں میں، معاشروں میں، بلکہ تعلیمی اداروں میں بھی غیر اسلامی بلکہ مشرکانہ اثرات گھستے اور اثر انداز ہوتے چلے جارہے ہیں وہ نہایت افسوسناک، نہایت رنج دہ اور نہایت فکر وتوجہ کے مستحق ہیں، سب سے پہلی بنیادی ضرورت اس حملہ سے بچاؤ کی ہے، اگر ہم نے اس موقع پر غفلت کی اور طبیب حاذق کا ارشادفرمایاہوانسخہ فوراً استعمال نہ کیا اور باہمی تنازعات، اختلافات اورغیر ضروری مسائل ومباحث کو بھلاکر عقیدہ کی درستگی کی فکراورنئی نسلوں کوتازہ حملوں اور بددینی کے جال سے بچانے اورنکالنے کی پوری پوری کوشش نہ کی توشاید :

ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

ان ہی حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں ''کدام فرصت کہ تحقیق ایں اشیاء بہ کنی، اگر زندگانی می خواہی ایں نسخہ راخرید کن'' پھر کہتے ہیں: ''خرید کردن خود موثر نیست بلکہ موثر خوردن است، خوردن اوہم موثر نیست، موثر تے است وبرآمدن اجزاءزہر''

بہر حال وہ خط یہاں پیش کیا جا رہا ہے، اصل فارسی مکتوب مجموعہ مکتوبات، مکتوبہ غالباًبدست مؤلف شاہ محمد عاشق پھلتی سے لیا گیا ہے، یہ خط اس مجموعہ کا ۵۲ واں خط ہے جوزیرنظر مخطوطہ کے صفحہ ۳۲ پر آیا ہے، ترجمہ راقم سطور کا ہے: (۱)

باونواں خط

سید نورشاہ کے نام جو حضرت والا (شاہ ولی اللہ) کے مرید ہیں اورافغانستان میں رہتے ہیں۔

''میرے بھائی سید نورشاہ سلام مسنون کے بعد مطالعہ کریں، پہلی وصیت اسلام کے پانچ ارکان کا (ہر وقت) یاد رکھنا ہے اور بدعتوں اور گناہوں سے دور ہونا ہے جو شخص کہ اسلام کے ارکان میں سستی کرتا یا گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے یا کسی بدعت کو مانتا ہے اوراس کا اہتمام رکھتا ہے وہ نجات کے راستہ سے دور پڑا ہوا ہے ہم سب اللہ کے لئے ہیں اور اسی کی طرف جانے والے ہیں۔

ان اصل احکام کے بعد تین باتیں (بنیادی ہیں اور سب سے پہلے توجہ چاہتی) ہیں اپنے اوقات کو دل، زبان اور اعضاء جوارح سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں مشغول رکھنا، اگر اوقات یاد الٰہی میں (ان تینوں چیزوں سے) مشغول نہیں ہوں گے تو نقش ونگار (یعنی وہ احوال کیفیات جو ان اعمال کے نتیجہ میں ظاہر ہوتے ہیں) کس دیوار پر بنائے جائیں:

کارعالم درازی دارد ہر چہ گیرید مختصر گیرید

دنیا کے کام بہت لمبے ہوتے ہیں اس (دنیا) سے جو کچھ بھی لینا ہو مختصر لینا چاہئے

فرض کیجئے ایک شخص کو زہر دے دیا گیا (علاج کرنے والے) حکیم (کہتے ہیں اور) اس پر متفق ہیں کہ اگر ایک گھنٹہ

---

(۱) یہ گرامی نامہ مولانا نسیم احمد صاحب فریدی کے مرتبہ ترجمہ مجموعہ مکتوبات ولی اللہی میں مکتوب نمبر ۱۴۱ (صدوچہل یک) کے تحت درج ہے۔ ملاحظہ ہو: اردو ترجمہ صفحہ ۴۱۵ ج ۲ (دہلی پھلت: ۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸ء)

گذر گیا اور اس شخص نے قے نہ کی تو یہ مرجائے گا، ماہر طبیب نے قے لانے کا نسخہ لکھ دیا اور اس شخص کے ہاتھ میں دے دیا اس بھولے آدمی نے نسخہ کو پڑھا اور ہر ایک دوا پر غور وفکر کرنے لگا کہ یہ لفظ عربی ہے یا یونانی، اور اس کے زیر، زبر، پیش کیا ہیں، تا کہ ان کے معانی صحیح ہو جائیں اس کے بعد ان دواؤں کی اصل اور خاصیتوں پر غور کرنے لگا اور اس کے نکتوں کی فکر میں مشغول ہو گیا

طبیب حاذق نے فرمایا اے بھولے آدمی! یہ ایسا وقت ہے تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا، یہ کون سا وقت ہے کہ تو ان اشیا کی تحقیق کر رہا ہے، اگر زندگی چاہتا ہے تو اس نسخہ کو (بلا تاخیر) خرید لے، اور صرف خریدنا ہی فائدہ کرنے والا نہیں، بلکہ کھانا فائدہ پہنچائے گا، کھانا بھی فائدہ پہنچانے والا نہیں ہے، بلکہ حقیقت یہی ہے کہ قے کا ہو جانا اور زہر کے اجزاء کا (معدہ اور پیٹ میں سے) نکل آنا فائدہ پہنچانے والا ہے۔

اسی طرح شارع علیہ السلام نے اپنی نہایت شفقت و مہربانی سے قلبی اور زبانی عبادتوں کے چند نسخے نفس وشیطان کے خطرات کا زہر کھانے والوں کے لئے تجویز فرمائے ہیں، سادہ لوح اشخاص ان کے اجزاء اور ان کی تحقیق میں علماء کے اختلاف، اور ان اختلاف کے موقعوں کی چھان پھٹک (اور بحث) میں اپنے اوقات گنواتے ہیں۔

عمر در تحصیل دانش رفت ونادانم ہنوز
کارواں بگذشت ومن در فکر سامانم ہنوز

عمر سمجھ کی تلاش میں گذر گئی اور میں ابھی تک نادان ہی ہوں، قافلہ گذر گیا اور میں ابھی تک سامان کی ہی فکر میں ہوں۔"

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

ماہنامہ ارمغان کی
دینی دعوتی اور علمی تحریک کے لئے
نیک خواہشات پیش کرتے ہیں
مولانا محمد شعیب قاسمی (مہتمم)
مدرسہ حسینیہ
تکیہ جھنو شاہ، سردھنہ ضلع میرٹھ

سال سے مسلسل شائع ہونے والے
ماہنامہ ارمغان کے کارکنوں کو
مبارکباد پیش کرتے ہیں
شاہد جمال
بٹلہ ہاؤس، جامعہ نگر، نئی دہلی

نویں قسط

مجالس حسنی ؒ

مفکر اسلام حضرت سید ابوالحسن علی ندویؒ کی علمی وادبی مجالس

ڈاکٹر سید احتشام احمد ندوی
سابق صدر شعبہ عربی، کالی کٹ یونیورسٹی، کیرالہ

مولانا نے فرمایا: ہندوستان نے جو عربی ادب اور اسلامیات پر کام کیا ہے وہ اپنی نوعیت، اہمیت اور حجم کے لحاظ سے عیسائیوں سے زیادہ ہے یعنی مہجری ادب سے، فرمایا کہ قاموس فیروز آبادی ہی کو لے لیجئے، کیا یہ فخر کافی نہیں کہ ایک ہندوستانی مسلمان نے عربی لغت کی مایہ ناز کتاب تصنیف کی، حضرت مولانا نے کئی کتابوں کا ذکر اس موقع پر فرمایا۔

پھر ذکر نکلا سپریم کورٹ کے فیصلہ کا، فرمایا کہ اگر ہمارے مقدور میں ہوتا تو ہم سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کو ایک بڑا انعام دیتے کہ اس نے مسلمانوں کو متحد کردیا، ایک جوش وجذبہ پیدا کردیا، ہمارے ملک میں اتحاد کی فضا قائم کردی اگر ہم مسلمانوں کو متحد کرنے کی کوشش بھی کرتے تو یہ ممکن نہ ہوتا، میں نے عرض کیا کہ کل رات کے جلسہ میں بدعتی اور سنی وہابی، اہل حدیث اور شوافع سارے فرقوں کے زعماء جمع تھے، فرمایا: عجب بات ہے کہ وہ سمجھے بھی نہیں اور ہم کو متحد کردیا، میں نے عرض کیا کہ مسلمانوں کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ جن کے ساتھ وہ رہتے ہیں ان کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کریں اور ان کے طرز زندگی کو سمجھیں، بعض اوقات وہ غلط تصور قائم کرلیتے ہیں جو مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔

فرمایا کہ پنڈت سندر لال علی گڑھ یونیورسٹی کے بارے میں جب ہم سب مل کر ملک کے مختلف مقامات کا دورہ کر رہے تھے اور یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کی بحالی کی کوشش کر رہے تھے، تو ان کی تقریروں کا موضوع ہوتا تھا کہ پاکستان بننے سے مسلمانوں کا نقصان ہوا، وہ اپنی ہر تقریر میں اسی موضوع پر زور دیتے تھے، حضرت مولانا کا مطلب یہ تھا کہ اس موضوع پر تقریر کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہے اس لئے کہ اب یہ موضوع ختم ہو چکا ہے، خود حضرت مولانا سیاسی نظریہ کے لحاظ سے کانگریسی تھے اور مولانا حسین احمد مدنی کے شاگرد بھی تھے۔

میں نے عرض کیا کہ میں نائجیریا گیا وہاں ایک سکھ صاحب سے ہم لوگ ملنے گئے، اس وقت آپریشن بلیو اسٹار سکھوں کے گولڈن ٹمپل کے بارے میں واقعہ ہوا تھا اس پر سکھ بولے کہ کسی مسئلے کو ہندو ۵۰ برس پہلے سوچتا ہے مسلمان عین موقعہ پر سوچتا ہے کہ اب ہم کیا کریں، حضرت مولانا نے فرمایا مگر سکھ واقعہ ہوچکنے کے بعد سوچتا ہے کہ کیا اب کریں یعنی کہ یہ قول مولانا کو پہلے سے معلوم تھا۔

حضرت مولانا نے فرمایا کہ سکھوں کو پہلے ہی پنجاب میں بسنے نہیں دیا گیا اور ان کو دور دور شہروں میں منتقل کردیا گیا، میں نے کہا کہ اب وہ اپنی جائیدادوں کو فروخت نہیں کرسکتے، حضرت مولانا نے فرمایا مگر پھر بھی پنجاب سے ہندو باہر آرہے ہیں اور سکھ پنجاب جارہے ہیں، تعلقات کی کشیدگی کے باعث۔

حضرت مولانا نے فرمایا کہ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ مسلم قوم کے پاس اپنا ایک قومی روزنامہ نہیں ہے جس کے ذریعہ وہ مسلمانوں کی ترجمانی کرسکیں، میں نے کہا کہ رابطہ عالم اسلامی میں یہ مسئلہ پیش کیا گیا تھا، مگر وہ لوگ بھی کچھ نہ کرسکے، آج تک اس معاملہ میں سناٹا ہے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ تقسیم ہند کے بعد روزنامہ اسٹیٹ مین (Stateman) فروخت ہورہا تھا کسی

مسلمان کو یہ توفیق نہ ہوسکی کہ وہ اس کو خرید سکے، ایک زمانہ میں ہندوستان ٹائمز کی حالت خراب تھی مگر مسلمانوں نے کسی موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا کہ وہ ایک انگریزی روزنامہ جاری کرسکیں، مولانا نے فرمایا کہ میں نے عبدالحمید صاحب سے کہا تھا مگر وہ یہ کام کرنے والے نہیں ہیں، حضرت مولانا نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ مسلمان کم ازکم انگریزی اخباروں میں خط ہی لکھ دیا کریں تاکہ کچھ رائے عامہ بن سکے اور غلط فہمیوں کا ازالہ ہوسکے۔

میں نے عرض کیا کہ سعودی عربیہ حکومت اگر سعودی کانونٹ کھول دے تو مسلمان طلبہ کو بڑا نفع پہونچ سکتا ہے اور خود اسلام کی تبلیغ کا بھی یہ ایک بڑا ذریعہ بن سکتا ہے غیر مسلموں میں بھی۔ میں نے عرض کیا کہ دعوت اسلام کے جدید طریقے جو عیسائیوں نے اپنائے ہیں ہم کو بھی ان طریقوں کو اپنانا چاہیے جن سے اسلام کا فہم عام ہو، حضرت مولانا نے فرمایا کہ سعودیہ حکومت اپنے نام سے کانونٹ نہیں کھول سکتی، نہ اس طرز سے کام کرنے کو انہوں نے سوچا ہے اور نہ چھوٹے چھوٹے کتابچے لکھنے کا کام ہورہا ہے۔

حضرت مولانا نے فرمایا کہ میں نے اپنی کتاب ''ہندوستانی مسلمان'' میں یہ کوشش کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کو حکمت عملی کے ذریعہ سمجھایا جائے، میں نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ہندوستانی مسلمان اپنی زندگی پیدائش سے لے کر وفات تک کس طرح گذارتا ہے، وہ زندگی کے ہر ہر مرحلہ میں کس طرح اسلامی تعلیمات پر عمل کرتا ہے اور اسلام اس کی زندگی میں کیا کیا مثبت تبدیلیاں لاتا ہے اور وہ اس سے ہدایت حاصل کرتا ہے، اور اس کی پوری زندگی میں اسلام کا اثر دکھائی دیتا ہے۔ فرمایا کہ بظاہر تو میں نے ہندوستانی مسلمانوں کی زندگی کی تصویر پیش کی ہے مگر دراصل اس طرح میں نے سعی کی ہے کہ مسلم طلبہ کو اسلامی تعلیمات سے واقفیت ہوجائے ،فرمایا کہ غیر مسلم اسلام کے نام سے بھڑکتے ہیں ان کو نام کے بغیر نہایت حکیمانہ انداز سے اسلام کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔

مولانا نے سلیمان سیٹھ سے فرمایا کہ ذرا مولانا ظفر علی خاں کی وہ نظم سنایئے جو نار جیلستاں کے نام سے انہوں نے مالابار پر لکھی ہے، جناب سلیمان سیٹھ صاحب کو وہ اشعار یاد تھے انہوں نے پوری نظم زبانی سنادی، حضرت مولانا بہت محظوظ ہوئے۔ میں نے حضرت مولانا سے ڈاکٹر محمد آصف قدوائی کا حال دریافت کیا، فرمایا کہ اب وہ ترجمہ نہیں کرسکتے، البتہ زبان ٹھیک کرنے اور تصحیح کا کام کردیتے ہیں ،فرمایا کہ انہوں نے غیر معمولی کام کئے اور خوب لکھا ہے (اور ترجمے کئے ہیں)

مولانا نے فرمایا کہ ہماری مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی عمر صرف ۲۰، ۲۵ سال ہوگی، اس نے کافی کتابیں شائع کردی ہیں اس کو حکومت یا ادارہ سے کوئی امداد نہیں ملتی، انہوں نے کہا کہ کتابیں زیادہ تر انگریزی میں ہیں؟ فرمایا کہ ہاں، میں نے عرض کیا: انگریزی ماہنامہ نکالنے کا عزم تھا؟ فرمایا کہ وہ ابھی تک نکل نہیں سکا، مقالات بھی جمع نہ ہوسکے نہ کوئی مناسب شخص مل سکا، اب محی الدین صاحب ریٹائر ہورہے ہیں وہ اس کام میں لگ جائیں گے ان کو کافی تجربہ ہے۔ (الحمدللہ رسالہ پہلے سہ ماہی نکلا، اب ماہانہ ''دی فریگرنس آف دی ایسٹ'' کے نام سے کامیابی کے ساتھ نکل رہا ہے)

اب سلیمان سیٹھ صاحب نے کٹاناڈ کا ذکر کیا جہاں مالابار میں مسلمانوں نے ۱۹۲۱ء میں انگریزوں سے جہاد کیا تھا اور مسلمانوں پر انگریزوں نے گولیاں برسائی تھیں، جناب سلیمان سیٹھ صاحب نے فرمایا کہ اگر کٹاناڈ کی مٹی لے کر سونگھی جائے تو اس سے شہادت کی خوشبو آئے گی، یہ گفتگو کالی کٹ ریلوے اسٹیشن کے پہلے پلیٹ فارم سے دوسرے پلیٹ فارم جانے کے راستہ میں ہورہی تھی ،حضرت سیٹھ صاحب نے ازراہ محبت میرے شانہ پر اپنا ہاتھ رکھ لیا، اس التفات کا سبب حضرت مولانا کا میری طرف التفات تھا۔

میں نے حضرت مولانا سے دریافت کیا کہ آپ لکھنؤ میں کس زمانہ میں موجود رہیں گے اس لئے کہ میں چاہتا ہوں کہ میں حاضر ہوکر ایک ماہ خدمت میں حاضر رہوں؟ فرمایا کہ صورت حال معلوم کر لیجئے، پہلے اتنے زیادہ سفر نہ ہوتے تھے مگر اب اس شاہ بانو کیس کی وجہ سے سفر بہت بڑھ گئے ہیں۔

مجھے اب تک بار بار یاد آتا ہے کہ حضرت مولانا نے قاضی معین اللہ صاحب ندوی کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ معین اللہ صاحب دیکھئے احتشام صاحب نائجیریا گئے اور وہاں سے واپس بھی آگئے ، نہ جانے کی اطلاع اور نہ واپس آنے کی خبر، پھر یہ نہایت بلیغ مصرع پڑھا:

ایک اڑتی سی خبر ہے زبانی طیور کی

میں نے مولانا محمد میاں کی دو کتابوں کے بارے میں دریافت کیا جو انہوں نے مصر شائع ہونے کے لئے بھیجی تھیں مگر وہ اب تک شائع نہیں ہوئیں، فرمایا کہ پبلشران کو دبائے بیٹھا ہے، میں نے عرض کیا کہ اب تو وہ مصنف مرحوم کی یادگار ہیں فرمایا کہ پبلشر کے اپنے مصالح ہوتے ہیں، فرمایا کہ اب واضح اور سعید الرحمٰن صاحب مصر گئے ہیں یہ معاملہ بھی وہ دیکھ لیں گے یا مسودے لیتے آئیں گے۔ فرمایا کہ ایک واضح کی اور ایک کتاب سعید الرحمٰن کی شائع ہو رہی ہے۔

میں نے عرض کیا کہ جو طالب علم کالی کٹ یونیورسٹی میں آپ پر ریسرچ کرنا چاہتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ کا موازنہ سید قطب سے آنے سے متعلق کوئی عنوان دے دوں، فرمایا تقابلی مطالعہ کا عنوان نہ دیجئے، بلکہ میرے پورے ادب پر اس کو کام کرنے دیجئے۔ بعد میں ایک دوسرے طالب علم کو مولانا کے اردو ادب پر کام دیدیا اور اسے اردو ادب میں ڈگری مل گئی۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ ابھی ''الوطن'' میں ایک مقالہ شائع ہوا ہے کہ اسلام دعوت ہے یا انقلاب؟ اس میں مصنف نے لکھا ہے کہ مولانا ندوی'' کا نظریہ یہ ہے کہ اسلام ایک دعوت ہے، مگر سید قطب اور مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کا تصور ہے کہ اسلام ایک انقلاب ''الثورۃ'' ہے فرمایا کہ بالکل صحیح ہے، عربی میں دو الفاظ دعوت اور ثورۃ ہمارے نظریات کو واضح کرتے ہیں، فرمایا کہ ایک کتاب ''العقل المسلم'' ہے اس میں کئی علماء پر مقالات ہیں اس میں میرے اوپر بھی ایک مقالہ ہے، مولانا نے ایک کتاب کا اور نام لیا جس میں شیخ الجامع الازھر نے مولانا ندویؒ پر خوب لکھا ہے۔

فرمایا کہ میری خودنوشت کا ترجمہ عربی میں ہو رہا ہے پہلے حصہ کا ہو چکا ہے جو بھی ریسرچ کرے گا اس کو مواد کی کمی کا احساس نہ ہوگا (یہ ترجمہ مولانا سید سلمان ندوی حسینی نے کیا ہے)

اب ٹرین آچکی تھی حضرت والا ڈبہ میں جا کر اپنی سیٹ پر بیٹھ گئے اور تمام علماء اور واعیان بھی آگئے ، میں نے حضرت سے مصافحہ کیا اور حضرت کی خوشگوار یادیں لے کر واپس آگیا۔

جاری.....

۰ برس تک دعوت کے لئے
ملت اسلامیہ کو بیدار کرنے پر
مبارک باد
ڈاکٹر نوشاد صدیقی
HIND College of Management
& Information Science
Roorkee Road, Muzaffar nagar
Mob: 9897605041

۲ سال تک
ماہنامہ ارمغان کی کامیاب اشاعت پر
دلی مبارک باد

مولانا حبیب اللہ امینی (بانی و مہتمم)
مدرسہ حیات العلوم
بازار والی مسجد، چھتر پور، نئی دہلی

ماہنامہ ارمغان کے
۱۷ ویں سال کے آغاز پر
نیک خواہشات

مولانا نصر الدین (مہتمم)
جامعہ عربیہ نور الاسلام
مسجد کلاں محل، خسرہ نمبر ۱۷۱، وارڈ نمبر ۸
مہرولی نئی دہلی۔30

ارمغان کی ۱۶ سالہ قلمی جدوجہد کو
خراج عقیدت پیش کرتے ہیں

جناب اطہر انصاری صاحب
کلاں محل، دریا گنج، نئی دہلی

ضلع مظفر نگر سے
اردو کے واحد ماہنامہ کی مسلسل اشاعت پر
مبارک باد پیش کرتے ھیں

ڈاکٹر ھارون رشید
منکی چوک کھالہ پار، مظفر نگر

دین وادب اور دعوت اسلامی کے ترجمان

ماہنامہ ارمغان کے لئے دعا گو ہیں

حمد الٰہی شمسی

M/S. farheen International

Bhatti Street, MORADABAD

قریۃ الصالحین بھلت کی تاریخی سرزمین کی بے باک آواز

ماہنامہ ارمغان کے لئے

نیک خواہشات

مولانا معاذ الاسلام قاسمی (بانی ومہتمم)

جامعۃ البنات

لال پور جمیرہ، سنبھل روڈ، مراد آباد

ماہنامہ ارمغان کے

۱۷ ویں سال کے آغاز پر

مبارک باد

حاجی جاوید اقبال

سٹی سنٹر، واجد نگر مراد آباد

علوم ولی اللّٰہی کے ناشر وپاسبان

ارمغان ولی اللّٰہ کے لئے

نیک خواہشات

ایک طالب دعا

سنبھلی گیٹ، مراد آباد

ماہنامہ ارمغان کی

۱۷ ویں سال گرہ پر

آیئے! ہم سب داعی بننے کا عہد کریں

جنابِ بلال احمد

ذاکر نگر، نئی دہلی

دعوت ہمارا نصب العین

اور دعوت ہماری پہچان ہے

ارمغان کی دعوتی خدمات کو

سلام عقیدت

طارق کمال

گلی نمبر ۲/ ذاکر نگر، نئی دہلی

"دین کا ضروری علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"

علم کی روشنی کے مینار

ارمغان ولی اللہ کے لئے

نیک خواہشات

محترمہ شبنم ناہید

R-97, Batla House Extn.
Jamia Nagar, New Delhi-25

ارمغان کے قارئین

اور تمام انسانوں کو

نئے سال کی

دلی مبارک باد

قیصر جہاں

محلّہ پیر کا بازار، نزد لال مسجد

سیوہارہ، ضلع بجنور

ارمغان کے قارئین
اور تمام انسانوں کو
نئے سال کی
دلی مبارک باد

مولانا ناظر حسن صاحب (مہتمم)
دارالعلوم محمودیہ
سانجھک، ضلع مظفر نگر
Ph: (0131) 2960197

عارف باللہ حضرت مولانا
حکیم مکرم حسین صاحب سنسارپوری
کی زیر سرپرستی سرگرم عمل
ضلع سہارنپور کی قدیم دینی درس گاہ
مدرسہ فیض رحمانی
کھڑکلہ بھنکوا سنسارپور، ضلع سہارنپور

مولانا سلیم احمد قاسمی (ناظم)
PH: (0132) 2645649

دختران اسلام کی مثالی تربیت گاہ
معہد البنات الاسلامی، مظفر نگر
قرآن وسنت کا ترجمان
عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ
نرسری تا جونیر ہائی اسکول مع دینیات
عالمیت کے ساتھ ہائی اسکول
امور خانہ داری ودست کاری سے واقفیت
مکمل اسٹاف خواتین پر مشتمل

محمد اکرم ندوی (ناظم)
Mob: 9410473481

ماہنامہ ارمغان کی
دینی دعوتی اور علمی تحریک کے لئے
نیک خواہشات پیش کرتے ہیں

مدرسہ احیاء العلوم
دمنی والا، انبالہ روڈ، سہارنپور
پیر جی الحاج حافظ عبدالوہاب صاحب (ناظم)
(قاری) زبیر احمد

نسیم ہدایت کے جھونکے

جناب محمد عمر گوتم کی آپ بیتی

پیشکش: احمد اوّاہ ندوی

میری پیدائش ۱۹۶۴ء میں صوبۂ یوپی کے فتح پور ضلع کے ایک راج پوت خاندان میں ہوئی، یہ خاندان گوتم کے نام سے جانا جاتا ہے، والد صاحب کا نام جناب دھن راج سنگھ گوتم صاحب ہے، جو ایک ریٹائرڈ گورنمنٹ آفیسر ہیں۔کئی سوبیگھے کی کھیتی کے مالک ہیں، اللہ نے دنیاوی اعتبار سے بہت نوازا ہے، میری ابتدائی تعلیم ہائی اسکول تک کی گاؤں ہی میں ہوئی۔اور پندرہ سال کی عمر میں الٰہ آباد میں اعلیٰ تعلیم کا دور شروع ہوا، بارہویں جماعت کے بعد نینی تال ضلع کی پنت نگر ایگری کلچر یونی ورسٹی میں بی ایس سی ایگری کلچر کی ڈگری کے لئے ۱۹۸۰ء میں داخلہ لیا۔اوراسی یونی ورسٹی میں ۱۹۸۴ء میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہدایت کا معاملہ کیا اور میں نے اسلام قبول کیا اور اپنا نام شیام پرتاپ سنگھ گوتم سے بدل کر محمد عمر گوتم رکھا۔

پندرہ سال کی عمر میں میرے دل اور دماغ میں یہ سوال پیدا ہوا کہ ہمارے گھر اور خاندان میں جو پوجا پاٹ کا طریقہ رہا ہے اور بتوں کی پوجا ہورہی ہے، وہ کہاں تک صحیح ہے۔ہمیں پندرہ سال کی عمر میں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ ہم ہندو ہیں تو کیوں ہیں، اور ہمارا ایمان ویقین کیا ہے؟ میں نے جب ان تمام سماجی حالات پر نظر ڈالی اور غور وفکر کیا تو بہت سارے سوالات ذہن میں پیدا ہوگئے۔مثال کے طور پر ہمارا خالق ومالک کون ہے؟ ہمارا رازق کون ہے؟ ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ مرنے کے بعد کہاں پہنچیں گے؟ کس کی پوجا کی جائے اور کس کی نہ کی جائے؟ تینتیس کروڑ دیوی دیوتاؤں کی پوجا پاٹ کیسے کی جائے؟ ۸۶/لاکھ یونیوں میں آواگون کیسے ممکن ہے؟ کہیں ماں باپ ہی تو خالق ومالک نہیں ہیں؟ سماج میں اپنے ہی جیسے انسانوں کو اچھوت کیوں بنادیا گیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ

ان سوالات کا جواب حاصل کرنے کے لئے میں نے سب سے پہلے اپنے گھر والوں سے ہی انکوائری شروع کی۔ان کے پاس کبھی بھی صحیح جواب نہ تھا، نہ انہوں نے دیا، کیوں کہ انہیں اپنے دھرم (مذہب) کے بارے میں معلومات ہی نہیں تھیں، بے چارے جواب کہاں سے دیتے۔انہوں نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی کہ بیٹا! جو تمہارے باپ دادا کا دھرم ہے، وہی تمہارا دھرم (مذہب) ہے، اسی پر تمہیں چلنا ہے۔اور جو خاندانی رسم ورواج دھرم (مذہب) کے نام پر چلے آرہے ہیں، انہیں ہی اپنانا ہے، اور تمہاری زندگی کا مقصد ایک کامیاب انسان بننا ہے، ماں باپ کی سیوا (خدمت) کرنی ہے، اور غلط کاموں سے بچنا ہے۔وغیرہ وغیرہ۔لیکن کبھی بھی یہ بات سامنے نہیں آئی کہ ہندو دھرم (مذہب) کی جو سب سے پرانی مذہبی کتابیں ہیں، جنہیں ویدوں کے نام سے جانا جاتا ہے، ان کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ:

''ایکم برہم دوتیو ناستی'' ''یعنی برہم صرف ایک ہے، دوسرا

نہیں ہوسکتا''۔ اس کا مطلب صرف اور صرف ایک ہی ایشور کی پوجا پاٹ یا عبادت ہونی چاہیے، کسی دوسرے کی نہیں۔ ویدوں میں بت پرستی کے خلاف آواز اٹھائی گئی ہے اور لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ انسان اگر کامیابی چاہتا ہے تو صرف اور صرف ایک ایشور (خدا) کی اپاسنا (عبادت) کرے۔ مجھے جب اپنے گھر والوں سے، اپنے بڑوں سے اور ان تمام پنڈتوں سے جو ہمارے یہاں پوجا پاٹ کرانے آتے تھے، صحیح جواب نہیں ملا تو میں نے دھارمک (مذہبی) کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔

سب سے پہلے ہندو دھرم کی کتابیں پڑھنے کو ملیں اور خاص طور پر گیتا پریس گورکھ پور کی کافی کتابیں مطالعہ میں آئیں۔ گیتا، رام چرت مانس، مہابھارت وید، پران اور منوسمرتی سے متعلق کافی کتابیں پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کی۔ پنت نگر یونی ورسٹی (اترا کھنڈ) میں دوران تعلیم تقریباً تین سال یونی ورسٹی لائبریری میں کافی کتابیں مطالعے میں آئیں۔ خاص طور پر گوتم بدھ، وویکا نند، پرم ہنس رام کرشن گاندھی، نہرو اور مختلف سوشل ریفارمرس کی سوانح عمریاں پڑھنے کا شوق پیدا ہوا، میں اس کوشش میں تھا کہ ان لوگوں کی کامیابی کا راز پتا چلے۔ بہت زیادہ مطالعے کی وجہ سے ہزاروں سوالات ذہن میں پیدا ہوتے چلے گئے اور میں کافی کنفیوز ہونے لگا کہ آخر سچائی کا پتا کیوں نہیں چل رہا ہے، میں نے یہاں تک ذہن بنالیا کہ اپنی ڈگری مکمل کرنے کے بعد اپنے والد صاحب کو خط لکھوں گا اور ان کا شکریہ ادا کروں گا کہ انہوں نے تمام اخراجات برداشت کیے، لیکن میری زندگی کا مقصد، حق کی تلاش ہونے کی وجہ سے ان کے ارمانوں کو اور ان کی چاہت کو پورا نہ کرسکا، جس کی میں معافی بھی مانگوں گا اور پہاڑ میں جاکر سنیاسی والی زندگی گزاروں گا۔ میڈیٹیشن یعنی چنتن (دھیان) اور منن (غور وفکر) کے ذریعے اپنے ایشور (خدا) کو پہچانوں گا کہ وہ کہاں ہے، کیسا ہے اور ہم سے کیا چاہتا ہے؟

یہ وقت آتا کہ اس سے پہلے ہی اللہ نے دل میں یہ بات ڈال دی کہ تم اپنے پیدا کرنے والے سے براہ راست خود کیوں نہیں مانگتے کہ وہ تمہیں سیدھا راستہ دکھائے اور حق کو پہچاننے اور اس پر چلنے میں مدد کرے۔ اسی بنیاد پر میں نے راتوں کو مانگنا شروع کیا اور اللہ تعالیٰ نے میرے لئے اپنا راستہ آسان کردیا۔

۱۹۸۴ء میں ہمارے ایک دوست ناصر خاں صاحب جو ضلع بجنور کے رہنے والے ہیں، وہ میرے ہم جماعت تھے، انہیں اللہ نے میری ہدایت کا ذریعہ بنایا۔ اسکوٹر سے میرا ایکسیڈینٹ ہوگیا تھا اور پیر میں کافی چوٹ آگئی تھی جس کی بنا پر ہاسپٹل جانے کی نوبت آگئی، سائیکل چلانا چھوٹ گیا اور کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس دوران ناصر خاں صاحب نے میری مدد کی، وہ مجھے اپنے ساتھ ہاسپٹل لے جاتے تھے، کالج لے جاتے تھے، اور مجھے میس سے کھانا لاکر روم میں میرے ساتھ بیٹھ کر کھاتے تھے۔ تقریباً ایک مہینہ تک یہ سلسلہ چلتا رہا اور میں ان سے کافی متاثر ہوا۔ ایک دن میں نے انہیں بٹھا کر سوال کیا کہ آپ میرے ساتھ اتنی ہمدردی کا معاملہ کیوں کرتے ہیں اور یہ اخلاق آپ نے کہاں سے سیکھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ: گوتم صاحب! میں یہ کام کسی لالچ میں یا کسی دباؤ میں نہیں کررہا ہوں، بلکہ میں ایک مسلمان ہوں اور میرا مذہب اسلام ہے۔ اسلام کی تعلیم ہے کہ پڑوسی پڑوسی ہے، چاہے وہ کوئی بھی ہو، پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اس کی مدد کرنا، اور مصیبت میں اس کے کام آنا، یہ ایک مسلمان کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ اور مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں نے آپ کی مدد نہیں کی اور آپ کے

کام نہیں آیا تو میں محشر کے میدان میں اللہ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ مجھ سے تو اس کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا کہ میں نے آپ کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ میں ان کے اس جواب سے بہت زیادہ متاثر ہوا اور مجھے اسلام کا سب سے پہلا سبق پڑوسی کے حقوق کے بارے میں ملا، اور حساب کتاب کے دن حشر کے میدان کی اطلاع ملی کہ ایسا بھی ہونے والا ہے۔اب ناصر خاں صاحب کے ذریعے اسلامی کتابوں کا مطالعہ شروع ہوا، یہ سلسلہ تقریباً چھ مہینے تک چلتا رہا، اس دوران میں نے چالیس پچاس کتابیں مختلف عنوانات پر مطالعہ کیں اور اسلام کی پوری تصویر میرے سامنے آگئی قرآن کریم بھی میں نے مطالعہ کیا خاص طور پر قرآن کی روشنی میں، انھوں نے مجھے قرآن حکیم کے مطالعے سے پہلے یہ احساس دلایا تھا کہ قرآن ایک اللہ کی نازل کردہ آسمانی کتاب ہے اور کتاب ہدایت ہے، یعنی تمام انسانوں کے لئے ہدایت نامہ ہے، اسی بنیاد پر پوری اخلاص نیت کے ساتھ جب قرآن کریم کا ترجمہ پڑھا تو تمام سوالوں کے جواب خود بخود ملتے چلے گئے، اور اللہ نے اپنا وعدہ سچ کر دیا کہ جو لوگ ہدایت کے طلب گار ہوں گے انہیں ضرور ہدایت ملے گی۔اللہ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے اتنی بڑی دولت بغیر کسی محنت، مشقت اور قربانی کے عنایت فرمادی۔

اسلام قبول کرنے کے بعد سب سے پہلے یونی ورسٹی میں پڑھنے والے دوست واحباب نے مخالفت کی اور زیادہ تر لوگ یہ سوال کرتے تھے کہ آخر ایسی کون سی مجبوری آگئی تھی جس کی وجہ سے اسلام دھرم (مذہب) کو ہی اپنانا پڑا؟ کیا اور کوئی دھرم (مذہب) نہیں تھا؟ ان بے چاروں کو معلوم ہی نہیں تھا کہ اسلام کی تعلیمات کیا ہیں، اور اسلام کی بنیاد کن چیزوں پر ہے، کچھ عرصے کے بعد کالج کی وال میگزین میں میرا انٹرویو قبول اسلام کے تعلق سے چسپاں کردیا گیا۔جسے کئی ہزار اسٹوڈنٹس نے پڑھا اور یونی ورسٹی کے لوگ چہ می گوئیاں کرنے لگے۔یہاں تک کہ بریلی سے نکلنے والے ایک ہندی اخبار ''امر اجالا'' میں ''گوتم عمر ہوئے'' ہیڈنگ بنا کر نیوز چھاپ دی گئی۔پورے علاقے میں ہوا کی طرح خبر پھیل گئی اور بہت سارے لوگ یہاں تک کہ پولس اور سی آئی ڈی والے بھی انکوائری میں لگ گئے۔اس سلسلہ میں تفصیلی معلومات کے لئے جو بھی آتا تھا، میں انہیں اپنے حساب سے جواب دیتا رہتا تھا۔آر ایس ایس اور وشو ہندو پریشد کے لوگوں کو یہ بات پسند نہیں آئی اور انہوں نے ہاسٹل سے اغوا کر کے جنگل میں لے جا کر مار پیٹ کی اور دھمکی دی کہ اگر تین دن کے اندر واپس ہندو دھرم نہیں اپنایا تو ہم تمھاری بوٹی بوٹی کر دیں گے۔حالات یہاں تک خراب ہو گئے کہ مجھے اپنی ایم ایس سی ایگری کلچر ڈگری چھوڑ کر یونی ورسٹی سے باہر جانا پڑا اور میں نے دہلی کا سفر کیا۔دو تین سال یوں ہی گذر گئے۔

۱۹۸۸ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ میں ایم اے اسلامک اسٹڈیز میں داخلہ لیا اور اگریکلچر کی لائن چھوڑ دی، گھر والوں کی طرف سے بھی مخالفت ہوئی اور انہوں نے بھی فیملی بائی کاٹ کردیا، جس کی بنا پر تمام رشتے دار خاندان والوں سے کئی سال تک کٹ کر رہنا پڑا یہاں تک کہ دس بارہ سال اسی حال میں گزر گئے، اس کے بعد حالات نارمل ہوئے اور آنا جانا شروع ہوا۔

جہاں تک دعوتی نوعیت کا تعلق ہے، اللہ کا کرم ہے، سب سے پہلے گھر والوں میں سے میری اہلیہ نے پھر میری والدہ محترمہ نے اسلام قبول کیا۔اور آج کی تاریخ میں تمام رشتے دار خاندان کے لوگ دعوتی نسبت سے برابر رابطے میں ہیں اور اکثریت ایسی

ہے جو اسلام کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کرنا چاہتی ہے۔افسوس تب ہوتا ہے جب ان کے سامنے ایک طرف اسلام کی حقانیت اور اس کی عمدہ تعلیمات آتی ہیں، تو دوسری طرف مسلمانوں کے معاشرتی اور اخلاقی حالات ،بہر حال تقریباً سو افراد کو اسلام کے دائرے میں داخل کرنے میں کامیاب ہو چکا ہوں۔فالحمدللہ علی ذٰلک

ایسے ہزاروں غیر مسلم بھائیوں سے رابطہ ہونے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ دین کی دعوت صحیح معنی میں ان تک نہیں پہونچا ئی گئی،جس کی وجہ سے وہ غلط فہمی کا شکار ہیں، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام تمام انسانوں کے لئے ہے، بنیادی طور پر اسلام نے انسانیت کی تعلیم دی ہے، اگر کوئی باقاعدہ اسلام میں داخل نہ ہو تب بھی وہ اسلامی تعلیمات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔اور آج دنیا کی بہت ساری قومیں اور ممالک انہیں تعلمیات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔اور مسلمان دور کھڑے ہو کر انہیں دیکھ رہے ہیں۔اور ان کی تعریف کر رہے ہیں۔اللہ سے دعا ہے کہ ہمارا معاشرہ اسلامی بنے،جس سے ہمیں دوسروں کی نقل کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

دوسری طرف ایسے بہت سارے لوگ ہیں جنہیں کسی نہ کسی بہانے سے اسلام میں داخل ہونے کا موقعہ ملا۔لیکن اچھی تعلیم و تربیت نہ ملنے کی وجہ سے وہ سماج میں اپنی پہچان نہ بنا سکے اور اس کمزوری کی وجہ سے مسلمان تو غلط فہمی کا شکار ہوتے ہی ہیں، نئے آنے والے لوگوں کے لئے بھی وہ نمونہ نہیں بن پاتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس بارے میں تمام ذمہ داران قوم جو دین کی بات پہونچانا چاہتے ہیں اور دعوت کا کام کر رہے ہیں ۔خاص طور پر غیر مسلم بھائیوں میں دین کی بات پہنچانا چاہتے ہیں، انہیں چاہیے کہ ہر نئے آنے والے کی اسلامی تعلیم اور تربیت کا مکمل بندوبست کریں اور انہیں ثابت قدم رہنے میں مدد کریں، اس ملک میں جہاں اکثریت غیر مسلم بھائیوں کی ہے ،دعوت دین کی سخت ضرورت ہے۔آج بھی اگر تمام مسلمان دین پر چلیں اور اپنے اخلاق و کردار کو سنواریں اور انسانیت کی خدمت کو اپنی زندگی کا مقصد بنائیں تو ہزاروں لاکھوں لوگ اسلام کو سمجھنے اور اپنانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

یہ بات بھی دنیا کے سامنے آنی چاہیے کہ اسلام کسی کو بھی زبردستی اپنی آغوش میں نہیں لیتا اور کوئی مسلمان کسی کو زبردستی مسلمان نہیں بنا سکتا ہے، بلکہ یہ فیصلہ بندے اور اللہ کے بیچ میں ہوتا ہے۔جب تک کوئی شخص دل کی گہرائیوں سے اسلام کو نہیں پہچانے گا اور آخرت کی کامیابی کو مدنظر نہیں رکھے گا۔اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا ہے۔اگر آنکھ بند کر کے اسلام میں داخل ہو بھی گیا تو حالات کا مقابلہ کرنا اس کے لئے ناقابل برداشت ہوگا۔

آخر میں میں اپنے تمام غیر مسلم بھائیوں کو یہ دعوت دیتا ہوں کہ وہ اسلام کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں پڑھیں اور سمجھیں عام مسلمانوں کو دیکھ کر نہیں۔اسلام کے بارے میں کوئی بھی رائے قائم کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اس کی پوری تحقیق کر لیں۔ اپنے مسلمان بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ اپنے اخلاق، کردار، اور معاملات کو ایسا معیاری بنائیں کہ سب لوگوں کو اسلام کی پہچان ہو سکے اور لوگ آپ سے فائدہ اٹھا سکیں۔ایسا نہ ہو کہ آپ کی بد عملی کی وجہ سے لوگ آپ سے نفرت کریں اور ساتھ ہی اسلام سے بھی نفرت کرنے لگیں میری نظر میں اس سے بڑی اور کوئی ٹریجڈی نہیں ہو سکتی۔اللہ سے دعا ہے کہ ہم دین کے صحیح نمائندے بن سکیں۔ آمین!

ایک شاہکار علمی کتاب

الیواقیت الغالیۃ فی تحقیق وتخریج الاحادیث العالیۃ

تعارف: مولانا عتیق احمد بستوی
استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

ایک معاصر اہل علم وتحقیق کے بقول ''آج کل لوگ پڑھے کم اور لکھتے زیادہ ہوتے ہیں''صحافت نے ایسا مزاج بگاڑا ہے کہ تحقیق وریسرچ کے لئے درکار پتہ ماری اور صبر وثبات عنقا ہوتے جارہے ہیں، مطبوعات کے اس بے پناہ سیلاب میں مطالعہ کے لائق چیزیں کم سے کم تر ہوتی چلی جارہی ہیں، مشکل سے کوئی ایسی کتاب نظر آتی ہے جس کے مطالعہ سے دل دماغ کو روشنی اور فکر کو بالیدگی حاصل ہو، تحقیق وریسرچ کے وسائل کی کثرت وسہولت اور ذرائع ابلاغ کی فروانی کی وجہ سے مطبوعات کی تو بے پناہ کثرت ہے لیکن ان میں معیاری، تحقیقی اور فکر انگیز کتابیں شاذ و نادر ہی نظر آتی ہیں۔

نادرومعیاری کتابوں میں سے ایک کتاب ''الیواقیت الغالیۃ فی تحقیق وتخریج الاحادیث العالیۃ'' کچھ دنوں پہلے نظر نواز ہوئی تو دل ودماغ اس میں اٹک گیا، اور اول تا آخر کتاب کی سیر کے بغیر سیری نہیں ہوئی۔

الیواقیت الغالیۃ کی پہلی جلد میرے پیش نظر ہے، یہ کتاب مشہور محقق ومحدث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری مظاہری شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور وجانشین شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ کے تحریری افادات کا بیش قیمت مجموعہ ہے ان افادات کی ترتیب وتہذیب نیز اشاعت کی سعادت ان کے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد ایوب سورتی مدیر مجلس دعوۃ الحق لسٹر (برطانیہ) کے حصہ میں آئی۔

الیواقیت الغالیۃ (گراں قیمت موتی) کی جلد اول چار سو چوالیس (۴۴۴) صفحات پر مشتمل ہے، مجلس دعوۃ الحق لسٹر برطانیہ نے اسے بڑے اہتمام اور آب وتاب کے ساتھ شائع کیا ہے، اس بیش بہا علمی خزینہ کی شاندار اشاعت پر مجلس دعوۃ الحق لسٹر برطانیہ اور اس کے مدیر یا مرتب حضرت مولانا محمد ایوب صاحب زید مجدہم اہل علم کی طرف سے شکریہ وتبریک کے مستحق ہیں، الیواقیت الغالیۃ میں علمی ہیرے اور جواہر بڑے سلیقہ سے آراستہ کئے گئے ہیں اور علوم اسلامیہ خصوصا حدیث وعلوم حدیث کے جواہر بڑی سخاوت سے لٹائے گئے ہیں، ہزار ہا ہزار صفحات کا خلاصہ چند صفحات میں پیش کردیا گیا ہے۔

وہ گنے چنے افراد رخصت ہوگئے، جنہیں برصغیر ہندوپاک میں حدیث وعلوم حدیث کے میدان میں امامت کا مقام حاصل تھا حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، حضرت مولانا رشید احمد نعمانی، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ، حضرت مولانا شریف الحسن دیوبندی وغیرہم کی رحلت سے زبردست خلا پیدا ہوگیا، برصغیر ایسے محدثین سے خالی ہوگیا جن کی حدیث اور رجال پر فنی نظر ہو، دور حاضر میں اگر فنی نظر رکھنے والے بلند پایہ محدثین کی مختصر سے مختصر فہرست بنائی جائے تو اس میں ممتاز ترین نام حضرت مولانا محمد یونس صاحب شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کا ہوگا، موصوف بلاشبہ اپنے بزرگوں کی زندہ یادگار ہیں۔

مظاہر علوم میں چند سال کی تدریس کے بعد ۱۳۸۸ھ میں ان کے استاذ ومربی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے انہیں اپنی جگہ مظاہر علوم کا شیخ الحدیث مقرر فرمایا اور درس بخاری کی ذمہ داری ان کے کندھوں پر ڈالدی، اس وقت موصوف

کی عمر ۳۳ سال تھی اتنی کم عمری اور اکابر اساتذہ کی موجودگی میں موصوف کو اتنے عظیم منصب پر فائز کئے جانے سے کچھ لوگوں کو حیرت اور شکایت بھی تھی لیکن وقت گذرنے کے ساتھ اس انتخاب کا حسن انتخاب لوگوں پر روشن ہوتا گیا اور وقت نے ثابت کردیا کہ حضرت شیخ نے جس نوجوان کو اس عظیم منصب پر فائز کیا تھا وہ ہر طرح سے اس منصب کا اہل تھا، اس نے اپنے اکابر کی علمی روایات کے تسلسل کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ انہیں مزید پروان چڑھایا۔

حضرت مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم کی عمر عزیز تو تدریس حدیث میں گذری، انہوں نے کتابوں کی تدریس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ علوم اسلامیہ خصوصاً فن حدیث اور علوم حدیث نیز علم رجال کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا، کتب احادیث ورجال کا پورا ذخیرہ کھنگال ڈالا، غیر معمولی قوت حافظہ اور کتب احادیث ورجال کے مسلسل مطالعہ اور مزاولت کی وجہ سے اللہ تعالی نے انہیں حدیث وعلوم حدیث میں خصوصی مناسبت عطا فرمائی بلکہ انہیں اس میدان میں امامت کے منصب پر فائز فرمایا، موصوف درس وتدریس مطالعہ وتحقیق میں ایسے مشغول منہمک رہے کہ انہیں باقاعدہ تصنیف کی طرف توجہ کرنے موقع نہ مل سکا، اس لئے بہت سے اہل علم ان کے بلند تر علمی وفنی مقام سے واقف نہ ہو سکے لیکن جن حضرات کو موصوف کے ساتھ مختصر سے مختصر علمی محبت میسر آئی ہو اور بعض علمی موضوعات پر گفتگو کا موقع ملا ہو وہ جانتے ہیں کہ اس علمی سمندر میں کیسے کیسے آبدار موتی پنہاں ہیں۔

حضرت مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم نے میرے علم کی حد تک باقاعدہ کوئی مفصل کتاب نہیں لکھی، لیکن انھوں نے بہت سے اہل علم کے دریافت کرنے پر مختلف سوالات کے جواب تحریر فرمائے، ان کے شیخ ومربی شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ نے مختلف احادیث وروایات اور مسائل کی تحقیق ان سے کرائی، اپنے پاس آئے ہوئے مختلف علمی سوالات کا تحریری جواب تیار کرنے کی خدمت ان کے سپرد فرمائی، بعض دوسرے بزرگوں، معاصرین اور شاگردوں نیز ممتاز اہل علم کے استفسار پر بھی موصوف نے مختصر اور مفصل علمی جوابات لکھے، اس طرح بڑا گراں قدر علمی ذخیرہ جمع ہوگیا، لیکن مولانا موصوف نے اس علمی ذخیرہ کو کنز مخفی بنا رکھا تھا، ان کے کچھ خاص شاگرد ہی ان علمی افادات سے واقف تھے اور موصوف اپنے انکسار اور شدت تواضع کی بنا پر ان گراں قدر علمی افادات وتحقیقات کی ترتیب واشاعت کی اجازت نہیں دے رہے تھے، لیکن چند سال قبل ان کے مرض نے غیر معمولی شدت اختیار کی تو ان کے شاگردوں اور قدردانوں کا اصرار بڑھا کہ حضرت مولانا اپنے تحریری علمی افادات کو مرتب کرکے شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں اور ان کی متفرق تحریریں خود ان کی نگرانی میں شائع ہو کر محفوظ ہوجائیں، الحمدللہ لوگوں کے اصرار پر حضرت مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم بالآخر اس کے لئے تیار ہوگئے، چنانچہ موصوف کے علمی افادات کی ترتیب کا کام مختلف افراد انجام دے رہے ہیں۔

اس زریں سلسلہ کی ایک اہم کڑی زیر نظر کتاب ''الیواقیت الغالیۃ فی تحقیق وتخریج الاحادیث العالیۃ'' جلد اول ہے، جسے حضرت مولانا دامت برکاتہم کے ایک خاص شاگرد حضرت مولانا محمد ایوب سورتی مدظلہ العالی مدیر دعوۃ الحق لسٹر (برطانیہ) نے مرتب کرکے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے اللہ تعالی انہیں اس کتاب کے مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ''الیواقیت الغالیۃ'' (گراں قیمت موتی) کی باقی جلدیں بھی اہل علم وتحقیق کے لئے سرمہ بصیرت بنیں۔

الیواقت الغالیۃ علمی سوالات کے تحقیقی جوابات ہیں، کچھ سوالات ان کے اساتذہ واکابر کی طرف سے ہیں، کچھ ان کے رفقاء ومعاصرین کی طرف سے ہیں اور کچھ ان کے شاگردوں اور

مستفیدین کی طرف سے ،تمام جوابات میں تحقیق واعتدال کی شان نمایاں ہے،بعض جوابات مختصر ہیں اور بعض مفصل گویا علمی رسالہ ہی لکھ دیا گیا ہے،جوابات کی زبان ملی جلی ہے کہیں عربی اور کہیں اردو،زیادہ تر سوال وجوابات حدیث اور علوم حدیث سے متعلق ہیں،بعض کا تعلق فقہ،تفسیر اور تصوف وغیرہ سے بھی ہے، میرے خیال میں علماء کے پاس اس کتاب کا ہونا بہت ضروری ہے وہی اس کتاب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔

الیواقیت الغالیۃ میں مختصر جوابات کے علاوہ متعدد موضوعات پر مفصل تحریریں شامل ہیں جنہیں مستقل رسائل کی شکل دی جاسکتی ہے۔

عورت تورک کرے یا افتراش اس موضوع پر مصنف الیواقیت نے پورا رسالہ ہی لکھ دیا ہے یہ تحقیق پندرہ ۱۵ صفحات (۸۰ تا ۹۴)پر مشتمل ہے اوردریا بہ کوزہ کا مصداق ہے۔

ایک سوال کے جواب میں ایام قربانی کے بارے میں مذاہب اورروایات کی تحقیق فرمائی گئی ہے جوصفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۷ پر پھیلی ہوئی ہے، یہ تحقیق مصنف کی محدثانہ گہرائی اور گیرائی کی نشاندہی کرتی ہے،ص ۱۰۷ پر حافظ ابن حجر عسقلانی کے متعدد تسامحات کا ذکرکیا گیا ہے۔

مرتب کتاب مولانا محمد ایوب سورتی صاحب نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں طالب علمی کے زمانے میں حضرت مولانا محمد یونس صاحب کی خدمت میں چندسوالات بھیجے تھے ان میں سے ایک سوال حضوراکرم ﷺ کے شق صدرکی روایت کے بارے میں تھا ایک سوال ایک راوی کے تعین کے بارے میں تھا، یہ مصنف کی علم نوازی اور خورنوازی ہی ہے کہ انہوں نے ایک طالب علم کے سوالات کو اہمیت دے کراپنے عزیز ترین اوقات کا ایک بڑا حصہ صرف فرمایا اور شق صدر کے موضوع پر پورا رسالہ تصنیف فرمادیا، یہ سوال وجواب ص ۱۰۹ سے ۱۲۹ تک پھیلا ہوا ہے،کی روایات کی تحقیق اورجمع وتطبیق میں ایک منفرد چیز ہے۔

قاضی عیاض کی مشہور کتاب **الشفاء بتعریف حقوق المصطفی** میں درج احادیث اور قاضی عیاض کے محدثانہ مقام نیز ان کے حالات پر ایک سول کے جواب میں تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، یہ بحث صفحہ ۱۴۲ تا ۱۴۶ پر پھیلی ہوئی ہے،مصنف نے احادیث شفاء کے بارے میں ذھبی اور خفاجی کا نقطہ نظر نقل کرنے کے بعد خفاجی کے نقطہ نظر کی تائید کی ہے،صفحہ ۱۷۷ تا ۱۸۲ پر مشہور محقق مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی کے جواب میں وفاۃ النبی کے موضوع پر چند روایات کی بہت عمدہ تحقیق فرمائی ہے۔

نزول عیسیٰ کس نماز میں ہوگا ؟ اس موضوع پر روایات کی تحقیق صفحہ ۱۸۸ تا ۱۹۱ میں ہے،مصنف کی تحقیق کے مطابق نماز فجر میں نزول ہوگا،روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے، اپنے ایک بزرگ کی فرمائش پر عاشورہ کے روز اپنے عیال کے رزق میں وسعت کرنے سے متعلق روایات کا اچھی طرح احاطہ فرمایا ہے اور بے مثال تحقیق کی ہے (صفحہ ۳۲۴ تا ۳۳۲) اسی طرح متقدمین ومتاخرین نیز سلف وخلف کی اصطلاحات پر اتنی تفصیل اور تحقیق سے روشنی ڈالی ہے کہ اس سے زائد کہیں یکجا ملنا مشکل ہے(صفحہ ۳۳۲ تا ۳۳۴)

الیواقیت الغالیۃ کے کن کن موتیوں کا تعارف کرایا جائے ہر موتی آبدار ہے،علوم اسلامیہ کے طلباء اورعلماء کرام کے پاس اس کتاب کا ہونا ازحد ضروری ہے اس کتاب کے چند صفحات ہزاروں صفحات کے مطالعہ سے بے نیاز کرنے والے ہیں۔

حضرت مولانا محمد یونس صاحب کو حدیث اور علوم حدیث کے علاوہ دوسرے علوم اسلامیہ میں بھی گہرا درک حاصل ہے، الیواقیت میں جن مقامات پر فقہی مسائل پر اپنی رائے وتحقیق پیش کی گئی ہے، وہاں فقہ اسلامی پر ان کی وسیع وعمیق نظر وادراک کا احساس ہوتا ہے ہمارے ان بزرگوں کی طرح جن کی ذخیرہ

احادیث وروایات پر خصوصی نظر تھی (مثلا حضرت مولانا گنگوہیؒ اور علامہ کشمیریؒ) جو فقہی مسائل میں توسع اور دوسرے مسالک سے استفادہ کا ذوق ومزاج رکھتے ہیں۔

ایک سوال کے جواب میں رقمطراز ہیں:

(ایقاظ) آپ کے اس کلام (سوال) میں ایک بات قابل تنبیہ تھی وہ یہ کہ اگر کوئی اس صورت جلوس کا قائل نہیں ہوتا ہے تو وہ ترک تقلید کا اعلان کرے۔

محترم! یہ عجیب بات کہہ دی، اگر کوئی کسی کی ہر بات میں موافقت کرتا ہو اور اتفاق سے ایک یا دو باتوں میں جو اس کے نزدیک اولی وراجح ہیں اگر موافقت نہ کرے تو کیا ایسے شخص کو اس کا مخالف قرار دیں گے؟ ہرگز نہیں اس قسم کا اختلاف تو باپ اور بیٹوں میں ہوا کرتا ہے استاذ اور شاگرد میں ہوتا ہے مگر اس کو مخالفت سے تعبیر نہیں کرتے ہیں۔

اگر اتفاق سے اتباع امام نے امام صاحب سے بعض مسائل میں دلائل کی وجہ سے مخالفت کی ہے تو یہ متابعت کے خلاف نہیں ہے، آخر حضرات صاحبین نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی کتنے مسائل میں مخالفت کی ہے پھر ان کے بارے میں کوئی خیال رکھتا ہے کہ یہ امام صاحب کے خلاف ہیں؟ میرے کہنے کا حاصل یہ ہے کہ ایک دو نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ مسائل میں اگر کوئی مخالفت کرے اور دلیل کے تابع ہو کر تو یہ مخالفت امام نہیں......

.........(ص ۹۴)۔

کتاب کے صفحہ ۲۲۴، ۲۳۵ پر مثل اور مثلین کے مسئلہ پر نیز تعدیل ارکان کے مسئلہ پر ان کا جواب مسائل فقہیہ اور روایات فقہیہ پر وسیع وعمیق نظر کی نشاندہی کرتا ہے، کتاب میں اگر چہ زیادہ تر حدیث پر جوابات وتحقیقات ہیں لیکن فقہی سوالات کے جواب بھی بڑے محقق اور معتدل ہیں۔

الیواقیت الغالیۃ کے بارے میں چند مشورے ذہن میں آئے، دل نے چاہا انہیں بھی سپرد قرطاس کردیا جائے:

(۱) بہت سے مقامات پر اصل سوالات یا ان کا خلاصہ درج نہیں ہے اگر سوالات درج ہوتے تو جوابات کو سمجھنے میں زیادہ سہولت ہوتی، غالبا سوالات محفوظ نہ رہے ہوں یا اختصار کی خاطر انہیں حذف کردیا گیا ہو جن جوابات کے سوالات محفوظ ہوں انہیں یا ان کا خلاصہ شامل کتاب کیا جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۲) کتاب زیادہ تر بلکہ تمام تر علماء ہی کے لئے ہے جوابات کا بڑا حصہ عربی زبان میں ہے اور طویل اقتباسات پر مشتمل ہے اگر سوالات اور جوابات کے اردو والے حصہ کو عربی میں منتقل کر کے کتاب کی اشاعت عربی زبان میں کردی جائے تو یہ گراں قدر موتی (الیواقیت الغالیۃ) بلاد عربیہ کے علماء کی نگاہوں کو بھی خیرہ کریں گے اور عالم عرب کو معلوم ہوگا کہ الحمدللہ اب بھی ہندوستان حدیث وعلوم حدیث پر فنی نظر رکھنے والے محدثین سے خالی نہیں ہوا ہے اور کتاب کی افادیت کا دائرہ بہت بڑھ جائے گا

(۳) منصف دامت برکاتہم نے عموما حدیث وروایات کے بارے میں اپنی رائے اور تحقیق درج کردی ہے لیکن کچھ جگہوں پر مختلف مراجع سے اقتباسات نقل کرنے پر اکتفا فرمایا ہے خصوصا ان مقامات پر جہاں ان کے سوا کسی استاذ یا بزرگ نے کسی روایت کے بارے میں یا کسی موضوع پر مواد جمع کرنے یا تحقیق کرنے لئے فرمایا ہے، اگر کتاب کے اگلے ایڈیشن میں مصنف دامت فیوضہم کے قلم سے ان روایات کا درجہ متعین کردیا جائے اور اپنی رائے ضبط تحریر میں لائی جائے تو علوم اسلامیہ کے طلباء کے لئے بہت مفید ہو۔

(۴) مرتب کتاب زید مجدہ اگر کتاب کے اگلے ایڈیشن میں حاشیہ کے اندر ان حضرات کے مختصر حالات بھی شامل کردیں جن کے استفسار پر یہ علمی افادات وجود میں آئے تو ایک اچھا سوانحی کام بھی ظہور پذیر ہو جائے گا، بسا اوقات مکتوب الیھم کے

حالات سے ان افادات کی قدر وقیمت مزید بڑھ جائے گی۔

الیواقیت الغالیہ کے آغاز میں ''عرض مرتب'' کے تحت مرتب کے قلم سے چند ایسی سطریں نکلی ہیں، جنہوں نے دل دماغ کے تاروں میں ارتعاش پیدا کردیا قارئین کے ساتھ نا انصافی ہوگی کہ وہ دردانگیز سطریں ان تک نہ پہونچائی جائیں:

کتاب کے مرتب مولانا محمد ایوب صاحب اپنے استاذ گرامی حضرت مولانا محمد یونس صاحب دامت برکاتہم کے حالات لکھ رہے تھے کہ کس طرح جون پور کے ایک گاؤں کا ایک طالب علم ''فیضان نظر'' سے یا ''مکتب کی کرامت'' سے جوانی کے زمانہ میں مظاہر علوم سہارنپور جیسی عالمی درس گاہ کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوتا ہے اور اسے علوم حدیث میں امامت کا مقام حاصل ہوتا ہے، اس حکایت لذیذ کو لکھتے لکھتے بجا طور پر ان کے قلم سے درج ذیل سطروں کی تراوش ہوتی ہے:

''الشئی بالشئی یذکر بات پر بات یاد آگئی کہ ہمارے سلف صالحین نے ہمیشہ افراد سازی اور رجال سازی کی فکر زیادہ کی حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے حضرت شیخ میں جوہر قابل دیکھ کر جوانی میں ہی شیخ الحدیث کا لقب دے کر بٹھا دیا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ شیخ الحدیث واقعۃً شیخ الحدیث ہی ہیں، وہی کام حضرت شیخ نے اپنے پرائے کا خیال کئے بغیر حضرت الاستاذ کو جوہر قابل پاکر اپنی مسند پر بٹھایا اور دنیائے علم اس کا فائدہ دیکھ رہی ہے۔

دارالعلوم دیوبند میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ میں یہ وصف تھا کہ افراد سازی کرتے تھے چنانچہ وہ تو چلے گئے لیکن اپنے بعد پچاس سال تک کا انتظام کرگئے۔

کسی شخصیت کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے بعد بھی کام یتیم نہ ہو اور نائبین کے ذریعہ سلسلہ جاری رہے مگر افسوس ہے کہ وہ وصف مردم سازی اب ختم ہوتا جارہا ہے، آدمی جارہا ہے اور مسند بھی خالی ہوتی جارہی ہے اور یہ کہنا پڑ رہا ہے:

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

حال یہ ہوگیا ہے کہ مدارس کا جال ہے مگر رجال نہیں جامعات ہیں مگر جامع شخصیات نہیں، مدرسین ہیں مگر صدر مدرسین نہیں، مہتمم ہیں مگر ادارہ کا فکر وہم نہیں اور اسکا غم بھی نہیں (صفحہ ۷، ۸)

مرتب کتاب کی یہ فکر انگیز اور دردانگیز تحریر صورت حال کی صحیح عکاسی کرتی ہے ہماری توانائیاں افراد سازی کے بجائے عمارت سازی میں صرف ہورہی ہیں تاج محل اور لال قلعہ اور مسجد قرطبہ تعمیر ہورہی ہیں لیکن دین وملت کو جن صلاحیتوں کے افراد کے تیار کرنے کی ضرورت ہے ان سے مکمل غفلت ہے، امت کی بہترین صلاحیتوں کو تلاش کرکے انہیں پروان چڑھانے اور ان سے مختلف میدانوں میں کام لینے کے بجائے اچھے نوجوانوں کو ہم ضائع کررہے ہیں اور پھر قحط الرجال کا شکوہ ہے، اللہ تعالی ہمیں اخلاص واتحاد کے ساتھ صحیح منصوبہ بندی اور صلاحیت سازی کی توفیق عطا فرمائے آمین!

کتاب کے مرتب وناشر حضرت مولانا محمد ایوب سورتی زید مجدہم نے یہ واقعہ ہے کہ تصحیح کتابت کا حق ادا کردیا ہے، ایسی علمی کتابوں میں جن میں بے شمار فنی کتابوں کے بکثرت اقتباسات ہوں، تصحیح عبارت کا مرحلہ بڑا صبر آزما ہوتا ہے، الحمدللہ موصوف نے یہ مرحلہ بڑی کامیابی کے ساتھ طے کیا ہے، لیکن اتنے بڑے کام میں کتابت وطباعت کی کچھ غلطیاں در آنا زیادہ حیرت کی بات نہیں، بعض مقامات میں ایسا بھی محسوس ہوتا ہے کہ اصل مسودہ نقل کرنے یا پڑھنے میں بھی شاید چوک ہوئی ہے ان کی نشاندہی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگلے ایڈیشن میں ایسے اغلاط کی تصحیح کرلی جائے۔

کائنات میں اللہ کی وہ سنتیں جن میں تبدیلی کا امکان نہیں

چوتھی قسط

مولانا محمد اسامہ صدیقی نانوتوی

گذشتہ قسط میں ''اختلاف وانتشار جس میں ہٹ دھرمی ہو'' کے تعلق سے آپ کے سامنے کچھ چیزیں رکھی تھیں جس کا ماحصل یہ تھا کہ اگر کسی قوم کو خیر سے محروم کرنا ہے تو اس کے اندر اختلاف و انتشار پیدا کردیں، کسی کے عروج کو ختم کرنا ہو تو اس کے اندر پھوٹ ڈالدیں یا اپنے ذاتی مفاد کی خاطر پھوٹ پڑجائے تو رفتہ رفتہ وہ قوم زوال پذیر ہوجائے گی۔ اسی کو قرآن کریم نے جابجا قوموں کے عروج وزوال کے تذکرہ میں بیان کیا ہے کہ اختلاف عذاب کی شکل بن کران پر نازل ہوا۔ ذرا دیکھیے،قرآن کریم نے اس اختلاف کو کس طرح عذاب قرار دیا ہے:

﴿قل هو القادر على أن يبعث عليكم عذابا من فوقكم أو من تحت أرجلكم أو يلبسكم شيعا ويذيق بعضكم بأس بعض، أنظر كيف نصرف الآيات لعلهم يفقهون﴾ (۶۵:سورۃ الانعام) آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیں اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے بھیج دے، یا تمھارے پاؤں تلے سے کوئی عذاب بھیج دے (مثلاً زلزلہ یا سیلاب وغیرہ) یا تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے اور تمھیں آپس میں گتھم گتھا کر کے لڑائی کا مزا چکھادے، آپ دیکھیے تو سہی ہم کس طرح مختلف پہلوؤں سے دلائل بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جائیں

آیت مذکورہ میں اللہ رب العزت نے تین عذابوں کو ذکر کیا ہے۔(۱) آسمانی عذاب (۲) زمینی عذاب (۳) آپسی جھگڑا وفساد۔لیکن پہلے اور دوسرے عذاب کو اللہ تعالی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت کی وجہ سے روک دیا جیسا کہ مسلم شریف کی روایت ہے کہ:''سألت ربي ثلاثا، فأعطاني اثنتين ومنعني واحدا، فسألت ربي أن لا يهلك أمتي بالسنة، فأعطانيها، وسألت ربي أن لا يهلك أمتي بالغرق فأعطانيها، وسألت ربي أن لا يجعل بأسهم بينهم فمنعنيها''(رواہ مسلم) میں نے اپنے رب سے تین چیزوں کی درخواست کی تو میری دو درخواستیں منظور ہوگئیں اور ایک رد کردی گئی میں نے درخواست کی کہ اے میرے رب تو میری امت کو قحط سالی کے ذریعہ (مجموعی طور پر) ہلاک نہ کرنا، تو میری دعا قبول ہوگئی، پھر میں نے درخواست کی کہ اے میرے رب تو میری امت کو کسی زمینی عذاب کے ذریعہ (مجموعی طور پر) ہلاک نہ کرنا تو یہ بھی قبول ہوگئی، پھر میں نے کہا کہ اے میرے رب تو میری قوم کو آپسی جھگڑا وفساد میں مبتلا نہ کرنا تو یہ رد کردی گئی۔

چنانچہ اس آخری دعا کو امت کے احوال پر چھوڑ دیا گیا کہ اگر ان کی نیتوں میں فساد واقع نہیں ہوگا اور احکام خداوندی سے روگردانی نہیں کریں گے تو یہ اختلاف و جھگڑا عذاب بن کر ان پر نازل نہیں ہوگا۔ ورنہ ذاتیں اور فرقہ بندی ہوجائے گی، جیسا کہ آج امت مسلمہ کی عمومی حالت ہے کہ ہر شخص ڈیڑھ اینٹ کی ایک مسجد تعمیر کرنے کی فکر میں ہے، کہ میری بات نہیں مانتے تو کوئی بات نہیں میں اپنا مکتب فکر الگ قائم کرلوں گا، جس کا مقصد حب علی نہیں بلکہ بغض معاویہ ہے، اقبال اس طرف اشارہ کرتے

ہوئے بڑے درد کے ساتھ فرماتے ہیں:

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا امت کے پنپنے کی یہی باتیں ہیں

فرق کہاں ہے اس پر غور وخوض کرنے کی ضرورت ہے، ہم ہر مسئلے کو ذاتی مفاد سے جوڑ کر اس کو اپنی ناک اور انا کا مسئلہ بناتے ہیں، جبکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے یہاں ہر چیز کی نسبت اللہ اور اس کے رسول سے ہوتی تھی، ان کے یہاں کی کسوٹی اور پرکھنے کا معیار اللہ اور اس کے رسول کی اتباع تھی، ان کا لینا، دینا ان کا محبت کرنا، یا بغض وعداوت رکھنا سب کچھ اللہ ہی کے لیے تھا، جبکہ ہمارے پیش نظر دنیا کا حقیر سا فائدہ ہے جس کی حصول کی خاطر ہمیں طرح طرح کی ذلتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ہم دنیا کے پیچھے بھاگتے ہیں اور دنیا ہمیں ذلیل کرتی رہتی ہے اور ہم اتنے بے حس ہوگئے ہیں کہ باوجود معلوم ہونے کے خندہ پیشانی سے ان ذلتوں کو برداشت کرلیتے ہیں، جب کہ مسلمانوں کا ہر زمانے میں مشاہدہ رہا ہے کہ جس نے اس دنیا کو ذلیل کیا، شرک مادی میں مبتلا نہیں ہوا اور اس کا استقبال ٹھوکروں سے کیا تو یہ دنیا فرمان نبویؐ ''أتت الدنیا وھي راغمة'' کے مطابق ذلیل ہوکر اس کے قدموں میں گرگئی، جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیاں اس کا بین ثبوت ہیں کہ وہ حضرات دنیا کو اپنے قدموں تلے رمدتے چلے گئے اور دنیا ذلیل وخوار ہوکر ان کے سامنے بچھتی چلی گئی۔

غرض یہ کہ ان کے یہاں ذاتی مفاد نہیں تھا اس لیے سرخروئی سربلندی وسرفرازی کے فیصلے ان کے حق میں ہوتے تھے، ذاتی مفاد تو دور کی چیز ہے کسی کام میں اس کا شائبہ بھی آجاتا تو اس کام سے کنارہ کشی کرلیتے تھے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ دشمن کا مقابلہ کررہے تھے، اس کو زیر کرکر تلوار سوت کر اس پر وار کرنے والے تھے کہ اس دشمن نے بے بس ہوکر حضرت علی کے اوپر تھوک دیا یک لخت حضرت علی کو بہت غصہ آیا، اور اگلے ہی لمحے اس کو چھوڑ کر الگ کھڑے ہوگئے، دشمن کو بڑی حیرت ہوئی اس نے دریافت کیا کہ تم نے مجھ کو قتل کیوں نہیں کیا جب کہ میں نے مزید ہٹ دھرمی سے کام لے کر آپ کے اوپر تھوکا، حضرت علی نے جو جواب دیا وہ جواب ہی ہمارا مقصود ومطلوب ہے فرمایا: کہ پہلے میں خالصتہً مالک وخالق کائنات اللہ رب العزت کے لیے لڑ رہا تھا اور جب تو نے مجھ پر تھوکا تو مجھے بہت غصہ آیا جس میں میرے نفس کی دخل اندازی ہوگئی، اس لڑائی میں ذاتی مفاد در کرگیا اس لیے میں تجھے چھوڑ کر الگ ہٹ گیا، یہ واقعہ اس دشمن کے ایمان کا ذریعہ بنا، یہ حضرات تھے جو للہ فی اللہ کام کرنے والے ہی تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کے دلوں میں کسی کی طرف سے کس طرح کا جلن حسد کا مادہ نہیں تھا۔ ان کے قلوب مصفی ومزکیٰ تھے، ان کے یہاں اختلاف برائے علم تھا، اختلاف رائے ہوتا تھا تاکہ کوئی خیر کی صورت نکل کر امت کے سامنے آئے، اس وجہ سے ان کو ''أبرھم قلوبا'' کہ ''نیکی اور خیر کے کے معاملہ میں ان کے قلوب سب سے زیادہ پاکیزہ تھے''، فرمایا گیا جب کہ ہماری حالت دگرگوں ہے ہمارا اختلاف برائے ذات وبرائے مفاد ہے، اور یہی فساد وجھگڑے کی جڑ ہے اگر آپ صحابہ کرامؓ اور اپنے اسلاف کی تاریخ پڑھیں گے تو ان کی زندگیاں اس بات کی ترجمانی کریں گی کہ انھوں نے کبھی اپنے مفاد کی خاطر امت کے مفاد کو داؤں پر نہیں لگایا ہمیشہ امت کے مفاد کو ترجیح دے کر اپنی ذات کی قربانی دی، ان کا مفاد صرف اور صرف اللہ رب العزت کی رضامندی و رضاجوئی میں ہے۔ حکیم الاسلام حضرت قاری طیب صاحبؒ جن کے ذریعہ اللہ نے دارالعلوم دیوبند کو چار چاند لگوائے ان کا واقعہ مجھے اس وقت یاد آرہا ہے، جب دارالعلوم دیوبند کچھ نامساعد حالات سے دوچار ہوا اور حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مزید اختلاف سے بچتے ہوئے کنارہ کشی کرلی تو خاندان کے کچھ

حضرات نانوتہ سے حضرت قاری صاحب کی خدمت میں پہنچے، تو ان میں سے کچھ حضرات نے اظہار ہمدردی کر کے اظہار ناراضگی کیا، تو حضرت قاری صاحب نے جو جواب دیا وہ قابل ذکر ہے۔ یہ جواب وہی دے سکتا ہے جو حضرت تھانوی کا صحبت یافتہ، تربیت یافتہ اور فیض یافتہ ہو، فرمایا کہ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اللہ نے جب تک میرے اندر اہلیت رکھی تو مجھ سے اپنے دین کی خدمت لیتا رہا، اور جب میں نا اہل بن گیا تو اللہ نے مجھے برطرف کر دیا، اللہ اپنے دین کا کام کروانے کے لیے ہرگز ہرگز ہمارا محتاج نہیں، پھر یہ شعر پڑھا:

منت منہ کہ خدمتِ سلطان ہمیں کنی
منت شناس کہ از او خدمت بداشتت

کہ یہ احسان مت جتلا کہ میں بادشاہ کی خدمت کر رہا ہوں، بلکہ یہ احسان مان کہ اس نے تجھ کو اپنی خدمت کے لیے رکھ رکھا ہے یہ تھا اپنے اسلاف کا طریقہ کار ان کے یہاں مقصد کسی بھی عمل سے رضائے الٰہی تھا، نیت یہ ہوتی تھی کہ کسی بھی طرح اللہ راضی ہو جائے اور اس سلسلے میں وہ اتنے غیور واقع ہوئے تھے، کسی بھی ذاتی نقصان کو رضائے الٰہی کے مقابلے کچھ نہیں سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ وہ فقر وفاقہ میں بھی مست رہتے تھے، استغنا ان کی شان تھی۔ اقبالؔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فقیری میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

اس وقت لوگوں کے پاس معلومات تو ہے، لیکن علم نہیں ہے جو کہ بزرگان دین کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے اور صحبت نہ ہونے کی وجہ سے لوگ تربیت سے محروم ہیں، اس وجہ سے لوگوں کے اندر انانیت، جاہ پرستی خود پرستی، رعونت در کر گئی اور ہر شخص اپنے کو عقل کل سمجھ بیٹھا، میں جو کچھ کر رہا ہوں، یا جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ بالکل صحیح اس میں خطا اور غلطی کا کوئی امکان نہیں، جیسا کہ اسی مناسبت سے مجھے ایک صاحب نے یہ شعر سنایا:

یہاں تو ہر قدم اٹھتا ہے منزل آشنا ہو کر
جو ہو بیگانۂ منزل وہ گردِ کارواں دیکھے

یعنی ہمیں کسی تربیت وغیرہ کی ضرورت نہیں۔

حالانکہ مقصد قلب وباطن کو جاہ پرستی کے جذبہ سے بالکل پاک کرنا ہے، وہی ''جاہ''، جس کے متعلق ائمہ معرفت کا ارشاد ہے کہ ''آخر ما یخرج من قلوب الصدیقین حب الجاہ'' (یعنی طالبین وسالکین ہی نہیں بلکہ صدیقین کے قلوب سے جو روحانی بیماری سب سے آخر میں نکلتی ہے وہ حب جاہ کا جذبہ ہے) یہ صحبت ہی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس دشمن کو چھوڑ کر ایک طرف ہٹ گئے تھے، اور یہاں پر بھی صحبت ہی کا اثر تھا کہ حضرت قاری طیب صاحبؒ نے تقریباً نصف صدی دار العلوم دیوبند کی خدمت کرنے کے بعد تمام برائی کو اپنے اوپر لے لیا اور اپنے آپ کو نا اہل بتا دیا۔

غرض یہ کہ آپسی انتشار واختلاف سے امت بنتی نہیں بگڑتی ہے، یہ اللہ کی سنت ہے جہاں اتحاد ہوگا وہاں خیر کے فیصلے من جانب اللہ ہوں گے، اور جو اس اتحاد واتفاق کو پارہ پارہ کرے گا یا اس میں رخنہ ڈالے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو پاش پاش کر دے گا۔ یہود نبیوں کی اولاد ہیں، اصول توڑے تو اللہ نے ان کو ٹھوکر مار کر توڑ دیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بت پرستوں کی اولاد تھے، انھوں نے ان اصولوں کو اپنانے کے لیے اپنی جان ومال کی قربانی لگا دی تو اللہ نے ہر ایک کو چمکا دیا، اور قیامت تک آنے والی امت مسلمہ کو یہ حکم دے دیا کہ ان میں سے جس کی بھی اقتدا کر لو گے راہ یاب ہو جاؤ گے۔ ارشاد نبوی ہے ''اصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم اھتدیتم'' ''میرے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ستاروں کے مانند ہیں جس کی بھی تم اقتدا کر لو گے راہ یاب ہو جاؤ گے۔ اس امت کو بڑی سخت ضرورت ہے کسی ایک پلیٹ فارم پر آنے کی اور وہاں سے اپنی قیادت کا اعلان کرنے کی، قیادت سے محروم قوم

کوسنبھالنے کی، یہ امت اپنی زبان حال سے چیخ چیخ کر یہ کہہ رہی ہے کہ ''کہاں گئے علمائے ربانیین، کہاں ہیں ایثار وقربانی کے پیکر علماء، کہاں ہیں مستغنی علماء، آخر ہم کو کون سنبھالے گا، یا اللہ خیر سلف کی یادتازہ کرنے والے علماء کو پیدافرمادے، تاکہ ہم اپنی زندگی میں ہی مسلمانوں کی سربلندی، سرفرازی اور سرخروئی کو دیکھ لیں۔ پیمانہ لبریز ہو چکا ہے مزید کسی ذلت کی سکت نہیں۔ اقبالؔ جیسا مفکر بھی یہ صدا لگائے بغیر نہ رہ سکا، اقبال نے کہا تھا:

زمیں کیا آسماں بھی تیری کج بینی پہ روتا ہے
غضب ہے سطرِ قرآن کو چلیپا کردیا تونے
دکھا وہ حسنِ عالم سوز اپنی چشم پرنم کو
جوتڑپاتا ہے پروانے کو رلواتا ہے شبنم کو

اختلاف وانتشار اور فساد کا ایک سبب تو مفاد پرستی ہے، جس کا تذکرہ اوپر گذرا، دوسرا سبب اور خاص طور پر آج کے حالات کے تناظر میں، دنیا میں دولت کی عام فراوانی ہے جس سے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ڈرایا تھا آپ نے ارشادفرمایا: ''میں اپنی امت کو دوفتنوں سے ڈراتا ہوں ایک عورت کے فتنے سے اور دوسرے دنیا کی کشادگی وسعت وفراخی سے، کیونکہ جہاں دنیا کی کشادگی ہوگی وہاں مزاجوں میں انانیت اور''میں'' آئے گی، جوکہ تکبر، خودغرضی اور مفاد پرستی کی جڑ ہے۔ قرآن کریم نے سورہ شوریٰ میں اسی طرف اشارہ فرمایا ﴿ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغو افي الأرض﴾ اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کے لیے روزی فراخ کردیتا تو دنیا میں (بالعموم) شرارت کرنے لگتے۔ امام بغویؒ نے حضرت خباب بن ارتؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم نے بنوقریظہ، بنونضیر اور بنوقینقاع کے مال و دولت کو دیکھا تو ہمارے دلوں میں بھی مالداری کی تمنا پیدا ہوئی، جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یہاں یہ چیز بھی پیش نظر رہے کہ دنیا کی محبت گرچہ فطری ہے لیکن اس میں غلو مہلک ہے۔

حدیث میں آتا ہے ''حب الدنیا رأس کل خطیئة'' یعنی دنیا کی محبت ہر برائی کا سرچشمہ ہے اور اس وقت یہ محبت ضرورت سے زیادہ ہی بڑھتی جارہی ہے خاص طور پر نوجوان نسل میں یہ چیز ہلاکت کی حد تک در کرگئی ہے، جس کی وجہ سے ان کے اندر رعونت نخوت اور انانیت آتی جارہی ہے، جس کی ذمہ دار ہماری مائیں ہیں، یہ ان کی اولاد ضرور ہیں لیکن پہلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں جو ان کے پاس امانت ہیں۔ آپ نے اگر میدان محشر میں ان سے پوچھ لیا کہ اللہ نے میری امت کو تمھاری اولاد بنا کر بطور امانت کے تمھارے سپرد کیا تھا تم نے اس امانت کی کیا حفاظت کی تو ہماری مائیں کیا جواب دیں گی یا ان کے پاس کیا جواب ہوگا، سوچنے کا مقام ہے کہ کل میدان محشر میں کہیں آپ کے دستِ مبارک سے جام کوثر بھی نصیب نہ ہو، غرض یہ کہ تربیت میں اس چیز کا خیال رکھیں کہ ان کے اندر دنیا کی محبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر غالب نہ آجائے تاکہ بڑے ہوکر ہمارے بچے اپنی ماؤں کی تربیت پر یہ کہہ کر ناز کرسکیں:

تربیت سے میں تری انجم کا ہم قسمت ہوا
گھر مرے اجداد کا سرمایۂ عزت ہوا

اور یہ جب ہی ممکن ہے جب کہ ان کے اندر پیسے کی بو نہ پیدا ہو، شرک مادی میں مبتلا نہ ہوں اور ان کے دماغوں میں رعونت، نخوت اور انانیت کا خناس نہ ہو۔ غرض یہ کہ یہ دو اسباب (یعنی مفاد پرستی اور دنیاداری کا حد سے زیادہ بھوت سوار) عام طور پر اختلاف وانتشار کے وجود میں آنے کا سبب بنتے ہیں، جس کی طرف عموماً امت مسلمہ کو اور خاص طور پر خواص امت کو بڑی توجہ کی ضرورت ہے۔

کون ہے تارکِ آئینِ رسول مختار؟
مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟

(جاری)

دعوتی کارگزاری

میں چاہتا ہوں کہ آپ ہمیشہ کی دوزخ کی آگ سے بچ جائیں

مجیب الرحمن، طالب علم درجہ حفظ
دار العلوم منہاج الدعوۃ الہیڑی ضلع سہارنپور

میرا نام مجیب الرحمٰن ہے، میں دار العلوم منہاج الدعوۃ الہیڑی میں درجہ حفظ میں پڑھتا ہوں اور پارے حفظ کر چکا ہوں اس وقت میری عمر تیرہ سال ہے گذشتہ رمضان میں مجھے سخت بخار ہو گیا تھا ابھی تک کمزوری ہے الہیڑی جہاں میں پڑھتا ہوں اس کے قریب ایک بڑا گاؤں ہیڑ اصندل سنگھ کے نام کا ہے وہاں ایک ڈاکٹر صاحب ہیں، نام ہے اوم کا رت شرما، میں نے ان کو اپنا ہاتھ دکھایا، تو انہوں نے میرے حالات معلوم کر کے کچھ ٹسٹ لئے اور چیک اپ کیا، اس غرض سے مجھے بار بار ان کے پاس جانا پڑا ایک بار جب میں نے اپنے استاذ صاحب سے وہاں جانے کے لئے رخصت چاہی تو انہوں نے فرمایا: تمہارے ڈاکٹر کتنے اچھے ہیں، تمہاری اتنی دیکھ بھال کرتے ہیں، لیکن تم نے ان کی کوئی ہمدردی نہیں کی، صرف دواؤں کے پیسے دینے سے حق ادا نہیں ہوتا، جس طرح وہ تم سے سچی ہمدردی کرتے ہیں تم بھی ان سے سچی ہمدردی کرو اور ان کو ہمیشہ ہمیش کی جہنم سے بچانے کی فکر کرو، ان کا تمہارے اوپر حق ہے، مجھے اپنے استاذ صاحب کی یہ باتیں بہت اچھی لگیں، میں نے طے کر لیا کہ آج تہہ دل سے ڈاکٹر صاحب کی سچی ہمدردی کا حق ادا کرنا ہے، ہمیں مدرسے میں روزانہ یہ باتیں سنائی جاتی ہیں کہ ہمارے مدرسہ کا نام منہاج الدعوۃ ہے اور ہم داعی ہیں، حضرت کا بھی یہی کہنا ہے، راستہ میں یہی باتیں سوچتے سوچتے میں ڈاکٹر صاحب کے پاس پہونچ گیا، جب وہ مجھے دیکھنے لگے تو میں نے کہا کہ آپ کتنے اچھے ہیں؟ انہوں نے میری طرف دیکھا اور کہا کیوں؟ تمہیں میرے اندر کیا اچھائی دکھائی دی میں نے کہا آپ مجھے کتنے دھیان سے دیکھتے ہیں؟ اور کتنے لوگوں کی خدمت کرتے ہیں؟ لیکن آپ خود مرنے کے بعد دوزخ میں جلو گے، یہ سن کر وہ ہولے سے مسکرائے اور بولے تم بہت اچھے بچے ہو، اس طرح انہوں نے ٹال دیا، یہ کارگزاری میں نے اپنے استاذ صاحب کو بتائی، انہوں نے اگلے روز مجھے ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' دی اور کہا کہ ڈاکٹر سے کہنا کہ اس بات کو سیریس لیں اور میری گذارش ہے کہ اس کتاب کو فرصت کے وقت پڑھیں، اگلے روز میں دعا کرتا ہوا گیا، جب میں نے ڈاکٹر صاحب سے بات کرنی چاہی تو وہ مجھے ایک طرف لے گئے اور بولے تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا ڈاکٹر صاحب میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مرنے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کی آگ سے بچ جائیں، میں نے مزید کہا ڈاکٹر صاحب جہنم کی آگ بہت خطرناک ہے، اتنا سن کر وہ تھر تھر کانپنے لگے اور بولے بتاؤ مجھے اس کے لئے کیا کرنا ہوگا میں نے کہا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ انہوں نے کہا پڑھاؤ میں نے ان کو کلمہ پڑھایا، پھر انہوں نے کہا یہ کلمہ مجھے لکھ کر دو، میں نے کہا آپ اس کتاب کو پڑھ لیں اس میں یہ کلمہ لکھا ہوا ہے، انہوں نے رات کو کتاب پڑھنے کا وعدہ کیا، اپنا فون نمبر بھی دیا، اس طرح ڈاکٹر صاحب سے دونوں روز کی بات کو ملایا جائے تو تقریباً پندرہ منٹ لگے اور انہوں نے کلمہ پڑھ لیا، اس واقعہ سے ہمیں اتنا حوصلہ ملا جو بیان سے باہر ہے اس بات سے دوسرے بچوں کو بھی بہت حوصلہ ملا، سب نے عزم کیا کہ کم سے کم ایک آدمی کو ہر بچہ دعوت دے گا، ہدایت تو اللہ کے ہاتھ ہے، آپ سبھی سے دعا کی درخواست ہے۔

اٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے
پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

فقہی مسائل

س: غیر مسلم بھائیوں کو زمزم اور کھجور دینے کا حکم کیا ہے، بعض غیر مسلم اس کا مطالبہ کرتے ہیں اور بڑی عقیدت کے ساتھ اس کو لیتے اور کھاتے ہیں؟

ج: زمزم ایک متبرک پانی ہے، اور حرمین شریفین کی کھجور بھی حرمین کی نسبت سے متبرک ہیں لیکن بہر حال یہ خورد ونوش کی کی چیزیں ہیں، آخر حضور ﷺ کے پاس مدینہ میں جو غیر مسلم مہمان آیا کرتے تھے، ان کو آپ مدینہ ہی کھجور کھلاتے تھے، اس لئے اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

میرا خیال ہے کہ زمزم اور کھجور دیتے ہوئے دل میں یہ نیت اور آرزو رکھی جائے کہ اللہ تعالی ان متبرک چیزوں کیت برکت سے اس غیر مسلم بھائی کا سینہ ایمان کے لئے کھول دے اور چونکہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ زمزم میں شفا ہے اور کفر سے بڑھ کر کوئی روحانی بیماری نہیں ہوسکتی جس سے شفا مطلوب ہو اس لئے دعا کریں کہ اللہ اسے شفائے روحانی عطا کرے تو امید ہے کہ اس نیت وتمنا کی وجہ سے انشاء اللہ وہ اجر کا مزید مستحق ہوگا۔ (کتاب الفتاویٰ: ج۴/ص ۸۵)

س: آب زمزم پینے کا طریقہ کیا ہے اور اگر یہ پانی بہت عرصہ سے پلاسٹک کے ڈبہ میں بند ہو اور اب پینے سے ڈر ہے کہ کہیں صحت کو نقصان نہ ہو تو کیا اس پانی کو کسی جگہ بہایا یا درخت میں ڈالا جاسکتا ہے؟

ج: زمزم پینے کا ادب فقہاء نے لکھا ہے کہ اسے قبلہ رخ ہو کر پئے، اس کو اپنے چہرہ، سر اور جسم پر ملے اور سہولت ہو تو تھوڑا اپنے اوپر بہالے، حضرت عبداللہ بن عباس کے بارے میں منقول ہے کہ وہ زمزم پیتے ہوئے یہ دعا کرتے تھے اللہم انی اسئلک علما نافعا ورزقا واسعا وشفاءً من کل داء تجربہ ہے کہ آب زمزم بہت دنوں تک بغیر کسی تغیر کے محفوظ رہتا ہے، یہ اللہ کی طرف سے خاص برکت ہے اور غالباً اس پانی کے تجزیہ سے سائنس داں حضرات بھی اس طرح کا نتیجہ اخذ کرچکے ہیں، ویسے زمزم بہانے یا کسی درخت میں ڈالنے میں کوئی حرج نہیں لیکن مقام نجاست پر زمزم گرانے سے اجتناب کیا جائے۔

س: مال ہونے کے باوجود حج ایک ہی مرتبہ کیوں فرض ہے جب کہ دوسرے اعمال جیسے زکوۃ، روزہ وغیرہ ہر سال فرض ہوتے ہیں؟

ج: اولاً تو یہ اللہ تعالی کی خاص رحمت ہے کہ حج جیسی عبادت کی مشقت واخراجات سفر کی کثرت کو دیکھتے ہوئے اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر عمر بھر میں ایک ہی بار حج فرض قرار دیا ہے البتہ جو لوگ صاحب استطاعت ہوں ان کو نفل حج کی ترغیب دی، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر کوئی باوجود استطاعت کے چار سال تک حج نہ کرے تو وہ محروم ہے، بعض روایتوں میں پانچ سال کا بھی ذکر آیا ہے، ظاہر ہے کہ یہ محرومی جس پر اللہ کے سب سے سچے بندے کی زبان گواہ ہے صاحب استطاعت بندہ کو تڑپا دینے کے لئے کافی ہے۔

فقہاء نے اپنی قانونی اصطلاح اور اصول کی روشنی میں بھی اس فرق پر روشنی ڈالی ہے کہ روزہ فرض ہونے کا سبب رمضان کا مہینہ ہے، اور رمضان کا مہینہ ہر سال تکرار کے ساتھ آتا رہتا ہے اس لئے روزہ کا فریضہ بھی ہر سال بندہ سے متعلق ہوتا ہے، زکوۃ کے واجب ہونے کا سبب مال ہے اور ہر سال انسان کے پاس دولت آتی رہتی ہے اس لئے یہ گویا ایک سالانہ شرعی ٹیکس ہے جو ہر سال ادا کیا جاتا ہے، حج کا سبب بیت اللہ شریف ہے جو ایک ہے اس میں تعدد اور تکرار نہیں، اس لئے حج کی فرضیت بھی ایک بار ہوتی ہے متعدد بار نہیں۔ (کتاب الفتاویٰ ص ۹۹/ج ۴)

خبروں کی دنیا

News World

محمد ادریس ولی اللّٰہی

دارالعلوم سے متعلق بیان پر حکومت ہند کا اظہار افسوس

ہندوستان کی وزارت خارجہ نے دارالعلوم دیوبند سے متعلق اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں پاکستان کے مستقل نمائندہ کے بیان پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ یہ ادارہ دیوبند انتہائی لائق احترام اسلامی درس گاہوں میں سے ایک ہے، حکومت ہند پاکستان کے بیان کی سخت مذمت کرتی ہے، اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل نمائندے عبداللہ حسین ہارون نے سلامتی کونسل میں ۹؍دسمبر کو دہشت گردی کے حوالہ سے بین الاقوامی امن اور سلامتی کو لاحق خطرہ پر ایک بحث کے دوران دارالعلوم دیوبند کا تعلق صوبہ سرحد کے طالبان سے جوڑ دیا تھا، انھوں نے کہا تھا کہ دیوبند کے علماء کا صوبہ سرحد کے علاقوں اور فاٹا میں زبردست اثر ورسوخ ہے لہٰذا وہ پاکستان آئیں سر جوڑ کر بیٹھیں اور فدائی دھماکوں کے علاوہ پاکستان اور ہندوستان میں مسلمانوں کے قتل کے خلاف فتویٰ دیں، مختلف ملی سماجی اور مذہبی تنظیموں نے اس بیان پر اپنی مذمت اور سخت ردعمل کا اظہار کیا ہے۔

چندرموہن بنے چاند محمد

ہندوستان بالخصوص ہریانہ کی سیاست میں اس وقت ہلچل پیدا ہوگئی جب ہریانہ کے نائب وزیر اعلیٰ نے اسلام مذہب قبول کرتے ہوئے اپنا نام چاند محمد رکھ لیا، چندرموہن کے ساتھ ان کی اہلیہ انورادھا ایڈیکیٹ نے بھی اسلام قبول کرتے ہوئے اپنا نام فضا رکھ لیا، اس خبر کے پھیلتے ہی چندرموہن کو وزارت کے عہدہ سے برخاست کردیا گیا ہے، ایک پرائیویٹ ٹی وی چینل کو انٹرویو دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ میں نے اسلام مذہب قبول کیا ہے، اس پر مجھے کوئی پچھتاوا نہیں ہے، یہ فیصلہ ہم نے بہت ہی سوچ سمجھ کر لیا ہے، ایک سوال کے جواب میں انھوں نے کہا کہ میں برسوں سے اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ کرتا آرہا ہوں اور بہت دنوں سے میرے دل میں اسلام قبول کرنے کی خواہش تھی اس کی تکمیل کے لئے یہ قدم اٹھایا ہے، جہاں تک میرے سیاسی کیریر کا تعلق ہے تو ممکن ہے اس سے میرا سیاسی کیریر متاثر ہو لیکن اس کی پرواہ کئے بغیر میں نے بہت سوچ کر فیصلہ کیا ہے۔ایک اور موقع پر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے انھوں ص نے کہا کہ میں نے اسلام دل سے قبول کیا ہے اور اس میں شادی کو وجہ نہ بنایا جائے، انھوں نے بتایا کہ اسلام کی مقبولیت میرے دل میں بچپن سے تھی، اور میرے تبدیلی مذہب کی یہ اہم وجہ بنی، میڈیا کے ہجوم نے جب یہ پوچھا کہ آپ نے شادی کے موقع پر تبدیلی مذہب کا فیصلہ کیوں کیا؟ تو انھوں نے کہا یہ اتفاقیہ بات ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ اس معاملہ میں کسی کو جواب دہ ہوں، کیونکہ یہ میرا انتہائی ذاتی معاملہ ہے۔

جوتا مارنے والا راتوں رات ہیرو بن گیا

صدر امریکہ جارج بش کو جوتا پھینک کر مارنے کی کوشش کرنے والا عراقی صحافی راتوں رات عرب دنیا بالخصوص عراق کا ہیرو بن گیا ہے، اس ٹی وی رپورٹر کو اس واقعہ کے بعد حراست میں لے لیا گیا ہے، لیکن اس کی رہائی کے لئے عراق سمیت متعدد عرب ملکوں میں مظاہرے ہورہے ہیں، جن میں شام اور مصر بھی شامل ہیں۔

دعاء مغفرت

ارمغان کے مشیر اعزازی جناب حافظ ایوب صاحب بارڈولی والے کے چھوٹے بھائی محمد آصف کا گذشتہ ماہ سورت شہر میں اچانک انتقال ہوگیا، مرحوم نیک، صالح اور غریب پرور انسان تھے، ان کے انتقال پر ارمغان کے تمام کارکنان، ان کے اہل خانہ کے ساتھ غم میں برابر شریک ہیں اور اپنے قارئین سے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست کرتے ہیں۔

گرامی نامے

آخرت پر مبنی ہیں جو بے حد پسند آئے، حالات حاضرہ پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے مطالعہ کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ عمل کی ہدایت عطا فرمائے اور آپ تمام کو ان کاوشوں کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ والسلام

حکیم حاجی عبدالرشید کالا آمب، نرائن گڑھ ضلع انبالہ (ہریانہ)

مکرم محترم جناب ایڈیٹر ارمغان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے مزاج عالی بخیر ہوگا۔ الحمدللہ ارمغان پابندی سے پہنچ رہا ہے۔ یقیناً ارمغان ایک دعوتی پرچہ ہے آج جب کہ ہر جگہ انتشار، اضطراب اور بدامنی کا دور دورہ ہے، اور برادران وطن کے ذہنوں تک دعوت اسلام پہنچانا اور اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنا اور ان کے متعصبانہ ذہنوں کو بدلنا ایسے حالات میں ارمغان اپنے فریضہ کو بخوبی نبھارہا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی بے انتہا جد وجہد کو قبول فرمائے اور ہم سیہ کاروں کو بھی توفیق بخشے۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔ والسلام

سید عزیز الرحمٰن شاہد، ہوسپٹ، ضلع داونگرہ، کرناٹک

جناب مدیر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رسالہ ارمغان ولی اللہ (اکتوبر ۲۰۰۸ء) پہلی مرتبہ موصول ہوا، تمام مضامین شروع تا آخر پڑھنے پر روحانی مسرت پیدا ہوئی، تمام علماء کرام کے مضامین توحید، رسالت، اصلاح معاشرہ اور فکر

دین ہم سب کی ضرورت ہے، لیکن دینی کتابیں اس پر عمل کو آسان بناتی ہیں

اور ہم اس سلسلہ میں آپ کی مدد کرتے ہیں

قرآن پاک، دینی کتابیں، تسبیح، عطر، لنگی، جانماز وغیرہ

کارلکا رنگ اور شاندار ذخیرہ ریٹیل اور تھوک میں حاصل کرنے کے لئے ایک بار خدمت کا موقع دیں۔

دیوبند کی تمام دینی مطبوعات پر تھوک خریداروں کے لئے 60% تک کی رعایت دی جاتی ہے۔

کلیم بُک سنٹر

گلزار مسجد کے سامنے، گلزار کالونی، غازی آباد

پروپرائٹر: محمد اشرف صدیقی

Ph. (0120)4091984, 9871850728

آخری صفحہ

محرم کا چاند

محرم کا چاند طلوع ہو چکا مسلمانوں کے گھر گھر میں ایک نئی چہل پہل پیدا ہوگئی۔ گویا عید اور عید قرباں کی طرح، بلکہ ان سے بھی بڑھ کر محرم بھی کسی مذہبی جشن وتقریب کا نام ہے! عید صرف ایک دن کے لئے آتی ہے۔ محرم کی تقریب پورے دس دن تک قائم رہتی ہے! عید کے دن سویّاں پکتی ہیں محرم میں اس سے کہیں زیادہ لذیذ و پرتکلف حلوے، شیرمال، ملیدہ، شربت اور بجائے پان کے خوشبودار مصالحہ کا اہتمام ہوتا ہے، عید میں صرف صبح کے وقت دوگانہ پڑھنا ہوتا ہے، محرم میں عشرہ بھر برابر مجلسوں کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ عید میں مبارک باد کا گانا صرف تھوڑی دیر کے لئے سننے کو ملتا ہے محرم میں ڈھول اور تاشہ، بین اور جھانجھ کی آوازوں کی گونج پورے دس دن تک قائم رہتی ہے، عید کے لئے آپ کو زیادہ سے زیادہ اپنے اور بچوں کے نئے کپڑے اور جوتے کی فکر رہتی ہے، محرم کے لئے آپ کے سر تعزیہ داری کے سامان روشنی و آرائش علم ومہندی اور پھر حلوہ اور ملیدہ کے لئے گھی، شکر، دودھ، اور میدہ اور میوہ کتنی چیزوں کا اہتمام ہوتا ہے۔

کیا آپ کے مذہب کی یہی تعلیم ہے؟ کیا آپ کے سب سے بڑے سردار اور پیشوا محمد رسول اللہ ﷺ کا یہی طریقہ تھا؟ کیا وہ خود یا ان کے صحابہ، یا اہل بیت، یا حضرات تابعین، اس طرح عشرہ محرم مناتے تھے؟ آپ کہتے ہیں کہ آپ امام مظلوم، شہید دشت کربلا کا ماتم کررہے ہیں۔ عرض یہ ہے کہ کیا غم والم کی یہی صورت ایک مسلمان کے شایان شان ہے؟ کیا خود ہمارے جب کسی محبوب ترین عزیز کا انتقال ہوتا ہے، تو ہم اس کے لئے ایسا ہی نمائشی سامان ماتم کرتے ہیں؟ اسلام نے ایسے موقع پر میت کے حق میں دعائے مغفرت اور خدا کی جانب اپنے عقیدہ وخیال کے رجوع کرنے کی تعلیم دی ہے (اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون) یا باجہ بجانے، جلوس نکالنے، اور حلوہ اور ملیدہ بنانے کی؟ خود امام حسینؓ جن کی محبت کا آپ زبانی دعوے کرتے ہیں، کیا ان سے بہت سی روایات نہ سہی، کوئی ایک آدھ روایت بھی قوی نہ سہی ضعیف ہی اس مضمون کی آپ کو پہنچی ہے کہ ان کا ماتم اس رواجی محرم کی صورت میں منایا جائے، جس کا وجود صرف ہندوستان ہی میں ہے، کیا امام زین العابدینؒ، امام جعفر صادقؒ، اور امام محمد باقرؒ وغیرہم نعوذباللہ ڈھول اور تاشہ، حلوہ اور ملیدے، علم اور تعزیہ کے ذریعہ سے محرم منایا کرتے تھے؟ پھر، یہ کیا ہے، کہ آپ ایسے رواج کے قائم رکھنے پر خواہ مخواہ اڑے ہوئے ہیں۔ جس کی سند جواز نہ قرآن سے نکلتی ہے نہ حدیث سے، نہ فقہ سے، نہ تصوف سے، نہ عقل سے، نہ نقل سے، یہ کیسے غضب کی بات ہے کہ آپ اپنے تئیں مسلمان کہتے ہیں۔ اور پھر اس رسم کے قائم رکھنے پر مصر ہیں، جو شرعاً بالکل باطل ہے، کیا آپ کو رسم ورواج کی پاسداری، احکام شریعت سے زیادہ عزیز ہے، کیا سیکڑوں بلکہ ہزاروں علماء حق کے متفقہ فتوے کو محض اس لئے آپ ٹھکرا دینے کو تیار ہیں کہ برادری میں آپ کی سکی نہ ہو؟ آپ کا فرض اپنے جاہل بھائیوں میں بیداری پیدا کرنا ہونا چاہئے، یا یہ کہ آپ خود ان کی جہالت سے مرعوب ومتاثر ہوکر گمراہیوں میں مبتلا ہوجائیں!

حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ